



ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلحہ اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

16 تا 22 ربیع الثانی 1448ھ / 29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2026ء

اس شمارے میں

فرد جرم سے بچئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَكْفُرُ كَمَا الْفُزَّانُ لِيَذَرَ قَهْلًا مِّنْ مَّذَّكَرٍ﴾ (الزمر)

”اور ہم نے قرآن کو کھنسنے کے لیے بہت آسان کر دیا ہے۔ اب ہے کوئی نصیحت لینے والا۔“

مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو ڈکڑا کر رکھنے کے لیے نصیحت حاصل کرنے کے لیے اور اسے عملی زندگی میں اپنانے کے لیے آسان بنایا ہے۔ اب تم میں سے ہے کوئی جو اس نصیحت پر عمل کرے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید سارے کا سارا اس نقطہ نظر سے پڑھنا کہ اس کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرنا ہے، اور اس پر عمل کرنا ہے، یہ سب پر فرض ہے۔ البتہ قرآن مجید سے فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی تفسیر کے علوم کا حاصل کرنا سب مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کیا پیغام بھیجا ہے؟ یہ ایک وحی خط آیا ہے۔ اور یہ کسی عام آدمی کے ہاتھوں نہیں بلکہ سید الاولیاء والآخرینؑ کے ہاتھوں ہم تک پہنچا ہے۔ پیغام بھیجنے والے نے تاکید کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ وہ تم سب سے اس خط کا جواب بھی لے کر رہے گا۔ اس نے بار بار تاکید کر دی ہے کہ اگر تم نے اس خط کو اچھی طرح سے پڑھ کر پورے غلوں کے ساتھ نہ سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا تو جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو خط لے کر تمہارے پاس آئے ہیں وہ یوم حساب کو تمہارے خلاف دعوئی دائر کریں گے۔..... رو گئے پڑھے لکھے جاہل جنہوں نے ایمان اور فی الجحہ ڈی تو کر لیا لیکن قرآن وحدیث سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان حضرات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ ان پر یہ فرد جرم عائد ہوگی کہ یہ دنیا جہان کے ناپ شاپ کو تیار تھے اور ایسے غیرے کے پیغام کو سینے سے لگاتے رہے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنت سے منہ موڑے رکھا۔ کتاب وسنت کے علم سے بے پروائی وہ جرم ہے جس کے مرتکب مشرکین مکہ ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اللہ کے پیغام سے اعراض کیا تھا۔

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

مقتصد حیات اور اس کا حصول

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

پاکستان اپنا عالمی کردار برقرار رکھے!

گلہ جفائے وفانما.....



مصیبت اور آسانی دونوں میں
صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

الہدایہ
جلد ۱۲۰۱

آیت: 32

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْفُلِّ

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظَّلِيلِ دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى
الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ ۖ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ۝

آیت: ۳۲ ﴿وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظَّلِيلِ﴾ ”اور جب کبھی (سمندر میں) موج انہیں ڈھانپ لیتی ہے سائبانوں کی طرح“
بحری سفر کے دوران جب کبھی یہ لوگ طوفان میں پھنس جاتے ہیں اور سائبانوں کی طرح پھیلی ہوئی موجیں انہیں اپنی
طرف ایسے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ وہ ان کے اوپر سے گزر جائیں گی۔

﴿دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”تو وہ پکارنے لگتے ہیں اللہ کو اس کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔“
﴿فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ﴾ ”پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو ان میں کچھ
ہی ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔“

یعنی ان میں سے اکثر و بیشتر تو حید خالص سے برگشتہ ہو کر پھر شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔
﴿وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ۝﴾ ”اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو قول کے
جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔“



کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کریں

درس
حدیث

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يُثَنِّي عَلَى رَجُلٍ وَيُطَرِّدُهُ فِي الْمَدْحِ فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ
أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهَرَ الرَّجُلِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کے منہ پر بہت مبالغہ کے ساتھ اس کی تعریف
کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ”تم نے تو اس شخص کو ہلاک کر ڈالا (یا فرمایا کہ) ”تم نے تو اس کی کمر توڑ ڈالی۔“

تشریح: حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کسی کی تعریف و توصیف کرنے سے نہیں بلکہ اس میں مبالغہ آرائی کرنے
سے ہے۔ چونکہ مبالغہ حقیقت کے خلاف ہوتا ہے، لہذا اسلامی اخلاق میں مبالغے کی گنجائش نہیں۔ مبالغہ کرنے والا شخص غلط تعریف کرتا ہے اور جس
کی تعریف کی جاتی ہے اسے غلط فہمی میں مبتلا کر کے گناہ کا کام کرتا ہے۔ یا اندیشہ ہوتا ہے کہ ممدوح اپنی تعریف سن کر گھمنڈ یا تکبر میں مبتلا ہو جائے۔

ندائے خلافت

خلافت کی بنیادیں ہو پھر استوار لائسنس سے دھوکہ کرا ساف کا قلم جگر

تنظیم اسلامی ترجمان انقلاب خلافت کا قیام

بانی: اقتدار احمد رحیم

16 تا 22 ربیع الثانی 1448ھ جلد 35

29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2026ء شمارہ 37

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ

مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ائمان: فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری
وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبوع: آر آر پرنٹرز، سکریاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملتان روڈ جگ لاہور۔ پوسٹل کڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36 کے ٹائل وین لاہور۔ 54700
فون: 35889501-03۔ فکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ ذی تعاون

اعزادوں ملک: 1,200 روپے
بیرون پاکستان

امریکہ: کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
اٹلی، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پی آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال
کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email: maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

عالمی جنگ کے سائے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس

دنیا آج جس خطرناک دور سے گزر رہی ہے، اس میں جنگیں محض ریاستوں کے درمیان مسلح تصادم کا نام نہیں رہیں، بلکہ عالمی طاقتوں کی سیاسی بالادستی، خطے کے وسائل، جغرافیائی اثر و رسوخ اور مستقبل کے عالمی نظام کی تشکیل کی کشمکش بن چکی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی جارحیت، غزہ کی تباہی، لبنان کی بے امنی، ایران اور امریکہ کے درمیان کشیدگی، جوہری پروگرام کے حوالے سے تنازعات اور مذاکراتی عمل کے اتار چڑھاؤ نے عالمی امن کے دعوؤں کو ایک مرتبہ پھر سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔ ایسے ماحول میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 81 ویں سالانہ اجلاس میں تقریریں تو ایک سے بڑھ کر ایک کی گئیں۔ اسرائیل (مقبوضہ فلسطین) کے وزیر اعظم کا غزہ میں قتل عام بلکہ نسل کشی کے جواز پیش کرنا۔ ایرانی صدر کا بھرپور خطاب جو دھمکیوں سے بھرا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاتح عالم خطاب فرما رہے ہیں۔ امریکی صدر کا اپنے خطاب میں ایران کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی دھمکی دینا اور ساتھ ہی ایک روز قبل ایرانی وفد کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کو ”very good“ قرار دینا۔ ترکیہ کے صدر کا روایتی ”سیفنی“ والو کا کردار ادا کرنا کہ کہیں مسلمانان عالم بھڑک نہ اٹھیں! تصادات سے بھرے بیانات۔ دنیا بھر کے لیڈران کی پھرتیاں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب (بقول ٹرمپ ’terrific man‘) کا بھی خطاب ہو چکا ہوگا جب یہ تحریر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔ نا جانے وہ کیا کیا فرما جائیں۔ لیکن گزشتہ پون صدی کی تاریخ، خصوصاً نائن ایون کے بعد کے واقعات و سانحات سے یہ واضح ہو چکا کہ اقوام متحدہ جو ایک عرصہ تک مغرب کی لونڈی تھی، اب اپنا وقت پورا کر چکی اور اس کی لاش کو زبردستی کھڑا کر کے ایک ڈراما رچایا جا رہا ہوتا ہے۔

یہاں ایک بنیادی امتیاز ضروری ہے۔ سفارتی مذاکرات، سائنڈ لائنز پر ملاقاتیں اور سیاسی بیانات اپنی جگہ اہم ہیں، مگر ان کے حقیقی مقاصد اور نتائج کا تعین محض قیاس آرائی سے نہیں، بلکہ قابل تصدیق شواہد، سرکاری اعلانات اور عملی اقدامات سے ہونا چاہیے۔ اسی اصول کے تحت اقوام متحدہ میں تقاریر کا بھی اور مشرق وسطیٰ کی صورت حال کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔ امریکہ ایران جنگ، حوثیوں کے عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب پر حملوں اور ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کی غزہ پر ایک مرتبہ پھر بمباری شروع کر دینے سے مشرق وسطیٰ کے پہلے سے غیر مستحکم حالات کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ امریکی و اسرائیلی حملوں کے بعد تہران اور واشنگٹن کے درمیان مذاکرات کی کوششیں پاکستان نے شروع کروائیں، پھر قطر بھی شامل ہو گیا، لیکن اعتماد کا بحران، فوجی دباؤ، پابندیاں، آبنائے ہرمز، ایران کے جوہری پروگرام سے متعلق اختلافات اور سب سے بڑھ کر اسرائیل کا خطے میں امن قائم نہ ہونے دینا اور ہر حال میں ’spoiler‘ کا کردار ادا کرنے پر بند رہنے سے کسی بھی درجہ میں امن کو ناممکن بنا رکھا ہے۔

سہیانی قتل سے فرات تک تھے اور گریٹر اسرائیل قائم کرنے کے منصوبہ پر تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے

یہودیوں کی پرانی روش ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت ختم کی جائے،

جس طرح حرمین شریفین کی حفاظت ہمارے اہل ان کا حصہ ہے، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ہم پر لازم ہے

پاکستان کے مسائل کا مستقل اور پائیدار حل یہ ہے کہ ایک پُر امن انقلابی تحریک کے ذریعے نظام کو مکمل طور پر بدلا جائے اور اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق نظام قائم کیا جائے، جس کے لیے پاکستان کو حاصل کیا گیا تھا۔

خصوصی پروگرام ”امیر سے ملاقات“ میں

امیر عظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقاء عظیم اسلامی واجب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم ممالک کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت ختم کی جا رہی ہے۔ ماضی قریب میں ایران اور عراق کے درمیان جنگ کروا کر اپنے مقاصد حاصل کیے۔ دونوں کو اعلیٰ فروخت کر کے معاشی فائدہ بھی حاصل کیے۔ آج بھی یہی سازشیں ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ مکہ مکرمہ اور طائف پر حوثیوں کے حملوں کی خبریں عالمی میڈیا پر آئیں جبکہ حوثیوں نے اس کی تردید کی ہے۔ یہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ اور مدینہ حرمین شریفین ہیں مگر ہم یہ نہ بھول جائیں کہ مسجد اقصیٰ بھی ہمارے لیے حرم ہے۔ جس طرح حرمین شریفین کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ہم پر لازم ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ ایک مسلمان کی جان اللہ کے نزدیک گھبراہٹ سے زیادہ قیمتی ہے۔ آج مسلمانوں کی لاشیں کس طرح گرائی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان معاہدہ ہوا تو ہم نے خراج تحسین پیش کیا لیکن اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ باقی مسلم ممالک کو بھی اس معاہدہ میں شامل کیا جانا چاہیے۔ بصورت دیگر انہیں آپس میں لڑایا جائے گا، جیسا کہ مکہ معاہدہ کے بعد پاکستان کے لیے مشکل کھڑی ہو گئی کہ ایران اور حوثیوں کے خلاف کیسے کھڑا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلم اُمہ میں اگر کہیں طاقت ہے تو اس کو بھی آپس کی جنگ میں جھونک دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب اقبال کے شعر کا مصرع سنایا کرتے تھے:

فرنگ کی رگ جاں پنچہ یہود میں ہے
آج امریکہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے،
سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف مدد مانگی تو اسے صاف

حاصل ہے۔ اس لیے آج بھی ان کی باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ یہودی فطرت میں مکاری شامل ہے، اگر اُس کو اپنا مفاد کسی غیر یہودی سچ سے حاصل ہوتا ہو تو اپنا مقدمہ اُس کے پاس لے کر جائے گا۔ یہودی آپس میں سود خوری کا معاملہ نہ کرے گا لیکن ساری دنیا کو سود پر لگا کر ان کا خون چمڑے گا۔ غیر یہودیوں کا مال ہڑپ کرنا وہ اپنا پیداؤنی حق سمجھتے ہیں۔ قرآن میں ان کی سرشت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مرتب: عمر رفیق چودھری

﴿فِي الْأَمْثَلِ سَيِّئًا﴾ (آل عمران: 75)
”ان اُممیں کے معاملے میں ہم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔“
غزوہ میں انہوں نے کس طرح بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کیا اور آج بھی جب دنیا کی توجہ غزوہ سے ہٹ چکی ہے، فلسطین میں یہودی آباد کاری کا معاملہ بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ برطانیہ نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں اسرائیل کا پرچم لہرا دیا گیا ہے، یہودی عبادت گزاروں کو لا کر وہاں ان سے ریاضتیں کروائی جا رہی ہیں۔ ان کا جو منصوبہ ہے کہ شیل سے فرات تک قبضہ کر کے گریٹر اسرائیل قائم کرتا ہے، اس پر تیزی سے گامزن ہیں۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ ٹاکن ایون کے ذرائع کے فوراً بعد ہش کی زبان پر کروسیڈز کا لفظ آیا اور اس کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ افغانستان، عراق، لیبیا، شام سمیت کئی مسلم ممالک کو تباہ کر دیا گیا۔ پھر برما، کشمیر اور بھارت کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارت وہی جھنڈے آزما رہا ہے جو اسرائیل فلسطین میں آزما رہا ہے۔ تیسری طرف

سوال: سعودی عرب اور یمن کی جنگ کے حوالے سے متنازعہ خبریں ہیں۔ آج کے دور میں کسی خبر کی تصدیق کیسے کی جاسکتی ہے۔ قرآن و احادیث میں یہودی سازشوں کا بہت ذکر ہے، ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ تازہ صورت حال کیا ہے اور ہم کس سمت بڑھ رہے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: مسلمانوں کے پاس اللہ کا کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات موجود ہیں۔ اس کی روشنی میں ہم حق اور باطل کی تمیز کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ایک سنہری اصول بیان ہوا ہے:

”اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا کہ تم جاہلوں کی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔“ (الحجرات: 6)

آج کے دور میں عالمی میڈیا فتنہ و فجور، جھوٹ، مکاری اور فریب میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ ریٹنگ بڑھانے کے لیے اور سنسنی پھیلانے کے لیے کیا کچھ ہوتا ہے ہم سب کو معلوم ہے۔ ان حالات میں کسی بھی خبر پر بلا تحقیق اعتماد کر لینا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ خاص طور پر اگر معاملہ یہودیوں کے متعلق ہو تو پھر بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے آخری سالوں میں کراچی میں ایک خطاب ”دور حاضر میں انسانیت کے سب سے بڑے دشمن“ کے عنوان سے کیا تھا۔ اس میں انہوں نے یہودی سازشوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کے بعض حصے آج بھی لوگ سوشل میڈیا پر سنتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو اللہ نے توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حالات و واقعات کا تجزیہ کیا۔ قرآن و حدیث کو دوام

انکار کر دیا گیا۔ دوسری طرف مسلم ممالک ابھی بھی امریکی کھیل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہنری کسنجر کے الفاظ تھے کہ امریکہ کے دشمن کو امریکہ سے اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا اس کے دوست کو ہوتا ہے۔ عرب حکمرانوں کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کا اقتدار کسی طرح بچ جائے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم اکارڈز میں آ جاؤ تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ حالانکہ وقت آنے پر وہ بھی ان کی مدد نہیں کریں گے جیسا کہ سعودی عرب کو ٹرمپ نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مسلمانوں پر یہ پہلے ہی واضح کر دیا تھا:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (البقرہ: 120) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کسی مغلطے میں نہ رہیں) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپ یہودی نہ کریں ان کی ملت کی۔“ آج یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔

سوال: آج پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نزدیک اس کا حل اسلامی انقلاب تھا۔ تنظیم اسلامی اس کے لیے سیاست میں حصہ کیوں نہیں لے رہی؟ آخر کب اس کی تحریک شروع ہوگی؟ امیر تنظیم اسلامی ایکشن کیوں نہیں لے رہے؟ (بھٹی جونیر)

امیر تنظیم اسلامی: جہاں تک سیاست کا تعلق ہے تو ہر باشعور انسان سیاسی بصیرت ضرورت رکھتا ہے۔ سیاست کا لفظ حدیث مبارک میں بھی ہمیں ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوفُ سُلْطَنَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ)) (بخاری) ”بنی اسرائیل کی سیاست اور رہنمائی انبیاء کرامؑ کرتے تھے۔“

یہاں عربی لفظ میں سیاست کا لفظ موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے انبیاء خود نظام ریاست سنبھالتے تھے اور بادشاہ تھے۔ سیاست کے لفظی معنی ہیں انتظام کرنا۔ شاہ ولی اللہؒ کی معروف کتاب ”حجتہ اللہ البالغہ“ میں سیاست مدن کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی شہر کا نظام چلانا۔ جب ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے دین کے جامع تصور کو بیان کرتے ہیں تو اس میں جہاں انفرادی زندگی کے تین گوشوں (عقائد، عبادات اور رسومات) کو بیان کرتے ہیں وہاں اجتماعی زندگی کے تین گوشوں (سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام) کی بھی بات کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر سیاست دو طرح کی ہے: نظری سیاست اور عملی سیاست۔ عملی سیاست بھی دو طرح کی ہے: ایک انقلابی سیاست اور

دوسری انتحابی سیاست۔ تنظیم اسلامی کے لٹریچر میں ایک جملہ موجود ہے: ہم معروف معنوں میں سیاسی جماعت نہیں ہیں، یعنی ہم انتحابی سیاست میں حصہ نہیں لیتے لیکن ہم نظری سیاست میں ضرور حصہ لیتے ہیں اور انقلابی سیاست (یعنی نظام کی تبدیلی کے لیے پُر امن انقلابی جدوجہد) کے قائل ہیں۔ نظری سیاست سے مراد یہ ہے ہم ملکی اور قومی مسائل پر گفتگو کریں، نظام حکومت اور موجودہ سیاست کی خرابیوں کو اجاگر کریں۔ اگر کوئی حکومت اچھا کام کرتی ہے تو اس کو سراہنا اور اگر حکومتی سطح پر غلط کام ہو رہا ہے تو ان کی مخالفت کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا، حکمرانوں کو

آج جب دنیا کی توجہ غزہ سے ہٹ چکی ہے، فلسطین میں یہودی آباد کاری کا معاملہ بڑھ گیا ہے، مسجد اقصیٰ میں اسرائیل کا پرچم لہرا دیا گیا ہے، وہاں یہودی رہیوں سے ریاضتیں کروائی جا رہی ہیں۔

اچھا مشورہ دینا وغیرہ۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کھل کر حکمرانوں پر تنقید بھی کرتے تھے اور مشورے بھی دیتے تھے۔ یہ نظری سیاست ہے۔ آج بھی تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے حالات حاضرہ پر پریس ریلیز بھی جاری ہوتی ہے اور خطبات جمعہ میں بھی کلام کیا جاتا ہے۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ذیل میں دینی تقاضا بھی ہے۔ عملی سیاست میں سے ہم انتحابی سیاست کے قائل نہیں ہیں، ہم دیانت داری کے ساتھ یہ تجزیہ بیان کرتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے چلتا ہوا نظام تو چلایا جاسکتا ہے لیکن نظام کو بدلا نہیں جاسکتا۔ نظام کو صرف انقلابی سیاست سے ہی بدلا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں انقلابی جدوجہد کا جو طریقہ کار طے کیا ہے، ہم اس کے مطابق انقلابی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ”رسول انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ“ کے عنوان سے موجود ہے۔ اس کا مطالعہ قارئین کے لیے مفید ہوگا۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اسلامی انقلاب نہیں آ جاتا تب تک مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت بہتر ہے کیونکہ اس طرح عوام کا اعتماد ریاست پر رہے گا، تعصبات اور بغاوتیں سر نہیں اٹھائیں گی اور نہ ہی دشمن فائدہ اٹھاسکے گا لیکن یہ نظام کو چلانے کے لیے عارضی حل ہے۔ مستقل اور پائیدار حل یہ ہے کہ انقلابی تحریک کے ذریعے نظام کو مکمل طور پر بدلا جائے اور اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق عدل و قسط

پر مبنی نظام قائم کیا جائے۔

سوال: 1951 میں تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے 31 جید علماء کرام نے مل کر مشترکہ 22 نکات پیش کیے جو درحقیقت حکومت چلانے کے لیے عملی نوعیت کے چند ضابطے ہیں، جو اس بات پر تو روشنی ڈالتے ہیں کہ نظام حکومت کو کیسے چلایا جائے لیکن خود حکومت کی اصل نوعیت یا شکل و ساخت پر خاموش ہیں۔ ان نکات میں ایک صدر کے وجود کا ذکر ملتا ہے نہ کہ کسی خلیفہ یا امیر کا، جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اگر ان اصولوں کو ملک میں نافذ بھی کر دیا جائے تو بھی مروجہ جمہوری طرز حکومت کا یہ ڈھانچا بالکل ویسے ہی کام کرتا رہ سکتا ہے بشرطیکہ صدر مملکت اس کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہوں۔ اگر صورتحال واقعی یہی ہے تو پھر کیا موجودہ دور کا مروجہ جمہوری نظام ہی اس مقصد کے لیے کافی ہے اور کیا اس کے بعد اسلام میں خلافت یا امارت کے الگ نظام کا قیام اب محض ایک غیر ضروری شے بن کر نہیں رہ جاتا ہے؟ (محمد عبید یار خان، سعودی عرب)

امیر تنظیم اسلامی: 1949ء میں جب قرارداد مقاصد پاس ہوئی تو اس کے بعد سوال اٹھا کہ پاکستان میں کس مکتب فکر کا اسلام نافذ ہوگا؟ اس کے جواب میں تمام مکاتب فکر کے 31 جید علماء نے 22 نکات پر اتفاق کر لیا کہ ان کے تحت ملک میں اسلام کو نافذ کیا جائے۔ جہاں تک نظام کی ساخت کا تعلق ہے تو دیکھئے دین میں بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں بدلا نہیں جاسکتا۔ مثلاً نمازیں 5 ہیں تو قیامت تک 5 ہی رہیں گی۔ نکاح مرد اور عورت کا ہی ہوگا، اس کو بدلا نہیں جاسکتا۔ مگر دنیا کے نظم و نسق کے معاملات میں انسان کو کچھ اختیار بھی دیا ہے۔ کیونکہ ہر دور کے مسائل مختلف ہو سکتے ہیں۔ جوں جوں انسانی شعور آگے بڑھ رہا ہے، نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو ان مسائل کو وقت کے لحاظ سے دین کے دائرہ کے اندر رکھ کر حل کرنا ہے۔ مثلاً کسی زمانے میں ہم دینار استعمال کرتے تھے، آج کرنسی آگئی، آئندہ لین دین کی کوئی اور شکل بھی سامنے آ سکتی ہے۔ ایسے معاملات میں انسان کو کچھ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرے۔ قرآن وحدیث میں انفرادی سطح کے معاملات پر بہت زیادہ ہدایات ہیں لیکن اجتماعی سطح پر دنیوی معاملات کے لیے بنیادی اصول فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً خلیفہ کے قیام معاملہ ایک اجتماعی معاملہ ہے۔ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تقرر کے لیے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ دیا تھا۔ دوسرے خلیفہ کو پہلے خلیفہ نے نامزد کیا۔

تیسرے خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے 16 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ یعنی پہلے تینوں خلفاء راشدین (رحمہم اللہ) کے تقرر کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ سب سے پہلے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اجتماعی سیاسی معاملات کو وقت کی نزاکت کے مطابق طے کیا جائے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ قرآن مجید نے اس حوالے سے ایک اصول ہمیں دیا ہے:

﴿لَا تُقَدِّمُوا الْبَيْنَیْنِیْ وَاللَّوْ وَرَسُولِہٖ﴾ (الجمرات: 1)

”مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے۔“

یعنی جس کام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کر دیا ہے، اس کے نزدیک بھی نہ جاوے۔ یہاں عبادت کے اصول کے علاوہ ایک اصول دنیوی معاملات کے لیے بھی لکھا ہے کہ سب کچھ حلال ہے سوائے اس کے جو حرام ثابت کر دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کے آئین میں جو چور و دواڑے ہیں ان کو اگر بند کر دیا جائے تو یہ اسلامی آئین بن جائے گا۔ مثلاً آئین کی دو شقیں جن میں یہ لکھا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہوگی اور کتاب و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا۔ یہ شقیں صرف پرنسپل آف پالیسیز میں نہ رہیں بلکہ باقاعدہ ان کو باقی تمام شقوں پر بالا دست قرار دیا جائے تو پورا آئین اسلامی بن سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد جو بھی شق کتاب و سنت کے خلاف ہوگی وہ خود بخود کالعدم ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس آئین کے تحت چاہے صدارتی نظام قائم ہو، چاہے پارلیمانی نظام قائم ہو، وہ اسلامی نظام ہی قرار پائے گا۔ ایک اور بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے جو قرآن نے بیان کیا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (الشوری: 38)

”اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔“

مشورہ سو میں بھی ہوگا، ہزار میں بھی ہو سکتا ہے، کبھی ریفرنڈم کرالیں تو 25 کروڑ سے بھی مشورہ ہو جائے گا۔ البتہ دیکھا جائے گا کہ مشورے کی نوعیت کیا ہے۔ اگر یہ کچھ اصولی باتیں طے ہو جائیں تو جس ساخت کا بھی سیاسی نظام قائم ہوگا وہ دین کے مزاج سے ہم آہنگ ہوگا۔ اب یہ علماء کا کام ہے کہ وہ نظر رکھیں کہ کوئی قانون یا پالیسی کتاب و سنت کے خلاف نہ بنے۔ 31 علماء نے جو 22 نکات پیش کیے ان کے مطابق بقول جنرل حمید گل ایک سافٹ ریویشن آسکتا تھا کہ جو قانون کتاب و سنت کے خلاف ثابت ہو جائے، پارلیمنٹ اس کو بدل دے تو نظام چلتا رہے گا۔ وہ سافٹ ریویشن نہیں آسکتا تب ہی ہم انقلاب، تحریک اور جدوجہد کی بات کرتے ہیں۔

سوال: کیا اسلام میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کہیں امارت اور خلافت کے بارے میں واضح احکامات ملتے ہیں کہ اس کی شکل کیسی ہونی چاہیے، امیر یا خلیفہ کیسا ہونا چاہیے اور اس کے لیے مشاورت کرنے والی شوری کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات خلافت کے عنوان سے تفصیلی خطابات موجود ہیں جو اب کتاب کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ ان خطابات میں ڈاکٹر صاحبؒ نے اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کے خدوخال بیان

بقول جنرل حمید گل (رحمہم اللہ) آئین میں اسلامی شقوں کی بالادستی سے ایک سافٹ ریویشن آسکتا تھا۔ وہ سافٹ ریویشن نہیں آسکتا تب ہی ہم تحریک اور انقلابی جدوجہد کی بات کرتے ہیں۔

کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک کتابچہ ”مہمہ حاضری اسلامی فلاحی ریاست کے خدوخال“ کے عنوان سے بھی ہے۔ اس میں بھی خاصی تفصیلات ہیں۔ اسلامی نظام کی اصل روح شوری ہے، آپ دینی دائرے کے اندر رہتے ہوئے مشاورت سے صدر کی مدت 4 سال کر لیں، چھ سال کر لیں۔ شریعت کے اصولوں کو سامنے رکھ کر ہم بہت سارے معاملات طے کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے یہاں تک بھی کہا کہ اگر قانون شریعت کے مطابق ہو، فیصلے شریعت کے مطابق ہوں تو آپ نوپارنی سسٹم بھی لے کر آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ممبران اسمبلی کے انتخاب کے لیے بھی ایک معیار ہونا چاہیے کہ انہیں دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی ہو، آئین اور صادق ہوں۔ ایسے لوگ اوپر آئیں گے تو وہ کم از کم قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔

سوال: تنظیم اسلامی کا ترقیتی دور کب ختم ہوگا؟ کب جہاد اور منکر کے خلاف اجتماعی جدوجہد شروع ہوگی؟ کیا انفرادی سیرتوں کو سنوارتے رہنے اور محدود دائرے میں دعوت پھیلاتے رہنے سے باطل پرستوں کی مدد نہیں ہو رہی؟ اس فساد زمانہ کو روکنے کے لیے اقدام کا وقت کب آئے گا؟

امیر تنظیم اسلامی: جہاں تک تربیت کی بات ہے تو انسان کو آخری وقت تک تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں محتاج ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ ایسا کبھی

نہیں ہو سکتا ہے کہ انسان کو مزید تربیت کی ضرورت نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو نماز کی آخری رکعت میں بھی یہ دعا فرما رہے تھے:

﴿إِلهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ (اے رب ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔“

اس میں اُمت کے لیے بڑا سبق ہے۔ جہاں تک اقدام کی بات ہے تو اس کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام (رحمہم اللہ) سے بڑھ کر اُمت میں کسی کے پاس غیرت اور جذبہ نہیں ہو سکتا، مگر 13 سال مکہ میں انہوں نے ہاتھ نہیں اٹھایا، کسی بت کو نہیں توڑا۔ حالانکہ دو جہانی قرآن مکہ میں نازل ہوا، اس میں شرک کی نفی بھی آ رہی تھی، باطل کی نفی بھی ہو رہی تھی۔ سیرت سے سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ ان 13 سالوں میں ایمان لانے والوں کی قرآن کے ذریعے تعلیم و تربیت کی گئی ہے، انہیں آزمائشوں سے گزار کر کندن بنایا گیا ہے۔ لوگوں کو دعوت بھی دی گئی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ”رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب“ کتابچے میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طریقے پر تنظیم اسلامی لوگوں کو دعوت پیش کرے گی، قرآن کے ذریعے تعلیم و تربیت جاری رکھے گی، منکر کے خلاف بات بھی ہوگی۔ باطل نظام کے خلاف بات بھی ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی ہاتھ سے برائی کو روک سکتا ہے ہاتھ سے روکے، ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو دل میں برا جانے۔ ہمارے پاس ہاتھ سے روکنے کا اختیار نہیں ہے لہذا ہم تحریر و تقریر کے ذریعے منکر کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ جب انقلاب آجائے گا تو ہاتھ سے روکنے کی طاقت بھی ہوگی۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے منہج سے ہی پتہ چل رہا ہے۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو اس کا سبق بھی ہمیں سیرت سے ملے گا۔ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (الحکیموت: 69)

”اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔“

جہاد اور قتال دو الگ چیزیں ہیں۔ جہاد جہد مسلسل کا نام ہے۔ جہاد مکہ کے 13 برس میں بھی ہوا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو بھی قربانیاں دی گئیں، مشقتیں اٹھائی گئیں، دعوت دی گئی، یہ سب جہاد تھا۔ پھر جب قتال کا حکم آ گیا تو اللہ کی راہ میں جنگیں ہوئیں، شہادتیں ہوئیں، قتال کیا گیا وہ بھی جہاد تھا۔ جب تک ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں

ہے جب تک تربیت چلتی، دعوت چلتی، تزکیہ اور تعلیم کا سلسلہ چلتا رہے گا، منکر اور باطل کی مذمت زبانی طور پر ہوگی، خاموش اکثریت کو متحرک کرنے کی کوشش جاری رہے گی۔ جب اتنی اکثریت حاصل ہو جائے گی کہ وہ باطل نظام کے ساتھ نکلے تو پھر اقدام ہوگا، تصادم ہوگا، پھر جان دینے کی باری بھی آئے گی۔ ڈاکٹر صاحب کے کہنے میں یہ ساری تفصیل موجود ہے۔ تب تک میں جس قدر دین پر عمل کر سکتا ہوں، میں اس کا مکلف ہوں، اس پر عمل کروں گا۔ اسی طرح غلام دین کے لیے جس قدر کوشش میں کر سکتا ہوں وہ کرتا رہوں گا۔ روز محشر مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دین قائم کیوں نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ اقامت دین کے لیے کتنی جدوجہد کی۔ اس کا آغاز اپنی ذات سے ہوگا۔ سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام کو نافذ کرنا ہے۔ اگر اپنے پانچ چھ فٹ کے جسد پر اسلام غالب نہیں کر سکتا تو 25 کروڑ کے ملک میں اسلام لانے کی بات کیسے کر سکتا ہوں۔ اپنی بساط کے مطابق میں غلبہ دین کی جدوجہد کرتا رہوں، غالب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے، کوشش کرنا میرا کام ہے۔ اگر میں اسے فرض سمجھ کر اپنا تن من و جان لگا دوں تو امید ہے آخرت میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

سوال: تنظیم اسلامی میں الحمد للہ کسی چیز کی کمی نہیں ہے لیکن میری رائے میں تنظیم کے قابل نوجوانوں کی سوشل میڈیا پر انفرادی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تنظیم کا ایک آفیشل چینل یقیناً موجود ہے لیکن میرے نزدیک وقت کا تقاضا ہے کہ جو باصلاحیت نوجوان تنظیم میں موجود ہیں انہیں بھی سوشل میڈیا پر اپنے علم اور اخلاق کے ذریعے اقامت دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانی چاہیے۔ (سید محمد کامل)

امیر تنظیم اسلامی: یقیناً سوشل میڈیا ایک میڈیم ہے اور ہم اس کو استعمال بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اس وقت ٹیلی ویژن کا استعمال کیا جب دینی حلقے اس کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کے فوائد آج لوگوں کے سامنے ہیں۔ تنظیم میں جو لوگ اس قابل ہیں کہ وہ لوگوں کو دعوت پیش کر سکیں ان کو باقاعدہ تربیت دے کر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور وہ پورے پاکستان میں دعوت اور درس کا کام کر رہے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ فزیکل دعوت کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں ہماری قرآن اکیڈمیز موجود ہیں جن میں تنظیم اسلامی کے تحت ہمارے ساتھیوں کے پروگرام ہوتے ہیں۔ تنظیم کی مختلف

سطحوں سے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ سوشل میڈیا کا استعمال بھی ضروری ہے لیکن احتیاط بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم سوشل میڈیا کے ہو کر رہ گئے تو پھر تربیت بھی شاید سوشل میڈیا تک ہی رہ جائے گی اور شاید انقلاب بھی سوشل میڈیا تک ہی رہ جائے گا۔ سوشل میڈیا کا استعمال بھی ہم کرتے ہیں لیکن ان پروڈکٹوں کے ساتھ جو تنظیم اسلامی نے مقرر کیے ہیں۔ ہم اپنے ساتھیوں کے پروگرامز بھی نشر کرتے رہے ہیں اور کرنے کی کوشش کریں گے۔

میزبان: سوشل میڈیا کے منفی اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص سوشل میڈیا پر کام کرے اور ان اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ سوائے اس کے جس پر اللہ کا خاص کرم ہو۔ دعوت کے لیے صرف علم ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ صبر و تحمل اور آخرت پر یقین کا پختہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ انسان لائیکس کے چکروں میں پڑ کر، شہرت کی لالچ میں اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ انسان زعم اور گھمنڈ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کسی نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ 20 لاکھ فالوورز تھے کسی کے لیکن جنازے پر صرف 20 لوگ تھے۔

سوال: قرآن کے احکام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری تو علماء کی ہے جبکہ آپ عوام کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ آپ اپنی حکمت عملی بتائیں کہ کیا ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کی تفصیلات بیان نہیں کیں؟ (این ڈی ثاقب)

امیر تنظیم اسلامی: صرف علماء ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ہر امتی ذمہ دار ہے کہ جو بھی قرآن کے احکام ہیں، ان پر جس قدر ممکن ہو پہلے خود عمل کرے اور پھر دوسروں کو دعوت دے اور پھر معاشرے پر نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرے۔ لہذا سب سے پہلے ہر مسلمان کو خود کو موردِ اِزام ٹھہرانا چاہیے۔ اس کے بعد شریعت کے جو احکام جس کے متعلق ہیں، چاہے وہ حکمران ہوں، ججز ہو، جرنیل ہوں، علماء ہوں، سیاستدان ہوں وہ اگر ان پر عمل نہیں کرتے تو وہ جوابدہ ہوں گے۔ قرآن میں سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے تین فتوے ایک جگہ صادر فرمادیے ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَخُصَّكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ اور جو اللہ کی آیتوں کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَخُصَّكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (المائدہ) اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے احکامات کو تو انہیں کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔

جو حکم میرے لیے ہے اگر میں اس پر عمل نہیں کر رہا تو مجھے ڈرنا چاہیے کہ یہ فتوے میرے لیے نہ ہوں۔ اسی طرح کوئی شخص ادارے کا سربراہ ہے، گھر کا سربراہ ہے، ریاست کا سربراہ ہے اس کو ڈرنا چاہیے کہ شریعت کے جن احکامات پر اپنے دائر کار میں وہ عمل کر سکتا ہے، نہیں کر رہا تو اسی قدر مجرم ہے۔ ایک داعی کا کام محض تنقید برائے تنقید نہیں ہوتا۔ داعی کا طرز عمل تو وہ ہونا چاہیے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ بھاگ بھاگ کر جہنم کی آگ کی طرف جا رہے ہو اور میں تمہیں کھینچ کھینچ کر اس سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسی جہدِ اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ایک داعی کو لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطبات خلافت کے عنوان سے جو خطبات ہیں ان میں انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر آج خلافت کا نظام قائم ہوگا تو اس کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی حدود و خال کیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے ان خطبات کو ذرا آسان الفاظ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ماہنامہ میثاق میں میرے وہ خطبات 9 اقساط میں شائع بھی ہوئے۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک کتابچہ ”اسلام کا انقلابی منشور“ کے عنوان سے بھی ہے۔ اس میں انہوں نے اکیڈمک انداز میں لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کیا ہوگا۔ یہ سب باتیں ہم اپنے خطبات جمعہ میں بھی، دعوتی اور تربیتی اجتماعات میں بھی ہفت روزہ ندائے خلافت میں بھی، ماہنامہ میثاق میں بھی اور پروگرام زمانہ گواہ ہے میں بھی دہراتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تنظیم کی شوریٰ نے مشاورت کے بعد ایک دستاویز تیار کی ہے اور اس کو مدارس اور یونیورسٹیز میں بھی بھیجا ہے تاکہ موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کے متعلق مختلف آراء سامنے آسکیں۔ جب یہ آراء موصول ہوں گی تو نفاذ اسلام کے طریقہ کار اور نظام میں کچھ واپسیاں بھی ہوں گی اور میرا ارادہ ہے کہ آئندہ کچھ ماہ سے اپنے خطبات جمعہ میں ان تفصیلات کو بیان کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!



تمکیل نبوت کے دو مظاہر

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کامل ہوئی اور آپ ﷺ پر رسالت کامل ہوئی ان دونوں باتوں کو اب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر رہا ہوں ذرا اس کو سمجھ لیجئے۔ دراصل نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ہر رسول لازماً نبی بھی ہے مگر ایسا نہیں کہ ہر نبی لازماً رسول بھی ہو۔ نبی اور رسول میں فرق کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ اس فرق کی بنیاد کیا ہے یہ میرا اس وقت کا موضوع نہیں ہے لیکن جو شخص نبی بھی ہے اور رسول بھی، اس کی شخصیت میں جو دونوں چیزیں جمع ہو گئیں ان کی باہمی نسبت کیا ہے؟ دیکھئے نبوت اللہ سے لینے والا پہلو ہے۔ یعنی وحی حاصل کرنا وحی کو وصول کرنا یہ نبوت ہے۔ جبکہ رسالت ہے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا عوام تک ابلاغ اور تبلیغ کا حق ادا کر دینا تو ایک پہلو نبوت ہے دوسرا پہلو رسالت ہے۔ نبوت وہ کھڑکی ہے جہاں سے وحی آ رہی ہے اور اس کو اللہ کا نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) وصول کر رہا ہے۔ اب اس کا کام بحیثیت رسول اس وحی کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ ”اے رسول! پہنچا دیجیے جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے آپ پر آپ کے رب کی طرف سے“ ﴿وَأَنْ لَّهُ تَفَعَّلَ فَمَا تَبَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (المائدہ: 67) ”اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو پھر آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔“

نبوت کی تمکیل کے دو مظاہر ہیں اور اس کے لیے میرے نزدیک قرآن مجید کی جو متعلقہ آیت ہے وہ الفاظ قرآن میں تین مرتبہ آئے ہیں سورۃ التوبہ میں سورۃ الفتح میں اور سورۃ الصف میں: ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق دے کر تاکہ اسے کل جنس دین پر غالب کر دے۔“ یہاں قرآن حکیم کے لیے ”الہدیٰ“ کا لفظ آیا ہے اور ”الہدیٰ“ اور ”دین الحق“ کے درمیان حرف عطف ”و“ آیا ہے۔ یعنی یہ دو چیزیں الہدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا۔ کس لیے بھیجا؟ ﴿لِيُظْهِرَ ذَا عَلَى الدِّينِ الْخَلْقِ﴾ تاکہ وہ غالب کر دے اس تمام ادیان پر تمام نظاموں پر پورے کے پورے جنس دین پر اس کے بعد وہ جگہ ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْكِرُ كُؤُنَ﴾

کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ”خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔“ اور ایک جگہ آیا: ﴿وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ ”اور اللہ کافی ہے بطور گواہ (یا بطور مددگار)۔“

حضور ﷺ کو جو دو چیزیں دی گئیں الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق ابتدا سے چلی آ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی فرما دیا گیا: ”پھر جو بھی تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہو گا۔“ (البقرہ: 38) تو ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شروع ہو گیا لیکن جیسے جیسے بحیثیت مجموعی نوع انسانی کے شعور نے ترقی کی ذہنی اور فکری سطح بلند ہوئی، ویسے ہی اس ہدایت کے اندر بھی ارتقا ہوتا چلا گیا۔ ظاہر بات ہے کوئی بچہ اگر پرائمری کا طالب علم ہے اور آپ اس کے لیے فی ایچ ڈی نیچر رکھ دیجئے تو کیا وہ اسے فی ایچ ڈی کی تعلیم دے گا؟ یا ایم اے کا نصاب پڑھائے گا؟ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ ابھی عہد طفولیت میں ہے اور اس کے لیے ایک خاص حد سے آگے بات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو نوع انسانی جب تک عہد طفولیت میں تھی ہدایت بلکہ ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ نوٹ کیجئے میں یہاں ”ہدایت“ کی جگہ ”ہدایات“ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ تو رات ”احکام عشرہ“ پر مشتمل تھی کہ یہ دوا مر ہیں اور یہ نواسی ہیں“ نہیں کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا ہے۔ جب تک نوع انسانی شعور کے اعتبار سے اپنے فلسفیانہ فکر کے اعتبار سے اپنے ذہن اور شعور کی ارتقائی منازل کے اعتبار سے پختہ کار نہیں ہوئی تو اس عبوری دور کے لیے ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو لیکن جب نوع انسانی شعور کے اعتبار سے بلوغ کو پہنچ گئی تو اسے ہدایات کے بجائے ہدایت کاملہ عطا کر دی گئی۔ تاریخ اور فلسفہ کے ماہرین خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نوع انسانی کا فلسفیانہ شعور بارہ سو سال میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اپنے بلوغ کی منزل کو پہنچا ہے۔ یہ دور 600 قبل مسیح سے شروع ہو کر 600 بعد مسیح پر ختم ہو گیا۔ سارے کے سارے فلسفے انہی بارہ سو سالوں میں پیدا ہوئے۔ سقراط افلاطون اور ارسطو

بھی اسی دور میں پیدا ہوئے اور گوتم بدھ مہاویر کنفیوشس اور تاؤ نے بھی اسی دور میں جنم لیا۔ اس بارہ سو سالہ دور میں انسان کا ذہنی خاص طور پر فلسفیانہ شعور اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے پختگی کی آخری حد کو پہنچ چکا تھا۔ یادش بخیر پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا ذکر کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے جب میں کرشن نگر میں پریکٹس کرتا تھا تو وہ شام کو میرے پاس آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ کچھ بھڑیاں ہوتی تھیں جو ان کے منہ سے لگتی تھیں جو گویا فلسفیانہ اور تاریخی معلومات اور مذہبی مسائل کا ایک خزانہ تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا عجیب بات ہے 600 قبل مسیح سے 600 بعد مسیح تک جتنے مذاہب اور جتنے فلسفے پیدا ہوئے تھے ہو چکے اس کے بعد کوئی نیا مذہب یا نیا فلسفہ دنیا میں نہیں آیا۔ یہ تو پرانی شراب ہے جو نئے لیبلوں کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ اس پر میرا ذہن فوراً منتقل ہوا اور میں نے کہا: چشتی صاحب اس کا تو پھر براہ راست تعلق ختم نبوت کے ساتھ ہے! کہنے لگے: کیوں؟ میں نے کہا: جب انسان جو کچھ از خود سوچ سکتا تھا سوچ چکا تو پھر اسے ہدایت کاملہ سے نواز دیا گیا اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ 600 عیسوی تک انسان کا فلسفیانہ شعور اپنی پختگی اور بلوغ کو پہنچ گیا تھا تو 610ء میں حضرت محمد ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ (العلق) اور شاید سیرت النبی ﷺ کا یہ پہلو بہت کم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

اس ”اقرأ“ کی وحی کے آنے سے مصلوا قبل (مدت کا ہمارے پاس تعین نہیں ہے کہ کتنے مہینے یا کتنا لمبا عرصہ لگا ہے) حضور ﷺ غار حرا میں جو مراقبہ کیا کرتے تھے وہ کس چیز پر مشتمل ہوتا تھا؟ حدیث میں الفاظ آتے ہیں: يَتَحَفَّتُ فُيُؤِي ”وہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔“ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سی عبادت؟ آپ اگر یہودیوں کے ہاں پیدا ہوتے تو یہودیوں والی عبادت کرتے اور عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوتے تو عیسائیوں والی عبادت کرتے لیکن آپ تو عرب کے اندر مکہ میں مشرکانہ ماحول میں پیدا ہوئے اور ظاہر بات ہے کہ مشرکین والی عبادت کرنے کا تو سوال ہی نہیں۔ آپ سلیم الفطرت انسان تھے اور آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ تو آپ کون سی عبادت کرتے تھے؟

شامین حدیث نے اس کا صلہ نکالا ہے: کان صفة تبعده
فی غار حراء التفکر والاعتبار۔ یعنی غار حرا میں
حضور ﷺ کی جو عبادت تھی وہ غور و فکر اور سوچ بچار
پر مشتمل تھی۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول
اللہ ﷺ کو پوری انسانی فلسفیانہ سوچ کے مراحل طے
کرائے ہیں اور اس کے بعد وحی نبوت کا آغاز ہوا ہے:
﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱﴾ یہ سارا مرحلہ اسی
لیے تھا کہ حضور ﷺ اپنی سوچ اور غور و فکر سے اپنی
سلامتی طبع، اپنی سلامتی فطرت اور عقل سلیم کی رہنمائی
میں غور و فکر کریں، تدبر کریں۔ اور اس کے نتیجے میں پھر
آپؐ اس مقام پر پہنچے کہ ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا
فَقَهْلٰی ۝۶﴾ (الضحیٰ) یعنی اے نبی ﷺ! ہم نے
پایا آپؐ کو کہ آپؐ ہدایت کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو
ہم نے آپؐ کو ہدایت کا ملہ سے سرفراز فرمادیا۔

یہ ایک بہت اہم حقیقت ہے جو نگاہوں کے سامنے نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نگاہوں کے سامنے آجائے تو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کیا تو رات اللہ کی کتاب نہیں تھی؟ اس میں تحریف کیوں ہو گئی؟ اگر اللہ نے ضمانت لی ہوتی کہ اس میں تحریف نہیں ہو سکتی تو کیا تحریف ہو سکتی تھی؟ کیا انجیل اللہ کی کتاب نہیں تھی؟ یقیناً تھی۔ اس میں تحریف کیوں ہو گئی؟ اس لیے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کا ذمہ نہ لیتا تو کیا ہم اسے تحریف کے بغیر چھوڑ دیتے؟ علامہ اقبال نے کہا تھا ۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
قرآن کے ترجموں میں بھی تحریفیں ہوئی ہیں اور تفسیروں
میں بھی ہوئی ہیں! ہاں ایک متن قرآن ہے جس میں تحریف
نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے
لے رکھا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ
لَٰحَافُونَ ۝﴾ (الجمہ) ”ہم نے ہی اس ”الذکر“ کو
نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ لیکن سوال یہ
ہے کہ ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ“ کے الفاظ کا مصداق
تورات بھی سمجھتی ہے انجیل بھی اور زبور بھی۔ اللہ ہی نے
سابقہ آسمانی کتب بھی نازل کی تھیں۔ خاص طور پر سورۃ المائدہ
کے ساتویں رکوع کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ
الْفُتُورَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۝﴾ ”ہم نے اتاری تھی
تورات اس میں ہدایت بھی تھی نور بھی تھا۔“ پھر انجیل کے
بارے میں بھی فرمایا: ﴿فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۝﴾ ”اس میں

ہدایت بھی تھی، نور بھی تھا۔“ نور مطلب بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ نے ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا؟ ساہقہ کتب ساویہ کے نزول کے وقت بھی ہدایت اپنے ارتقا کی مراحل طے کر رہی تھی اور بھی اسے اپنے نقطہٴ عروج اور نقطہٴ کمال تک پہنچنا تھا۔ چنانچہ اس درمیانی عرصے کے لیے، عبوری دور کے لیے جو ہدایات آ رہی تھیں ان کو مستقل طور پر محفوظ کر دینے کی چندال حاجت نہ تھی۔ جب وہ کامل اور مکمل ہدایت آ گئی اور ہدایت کی تکمیل ہو گئی تو اب یہ ہدایت ”لہذی“ نہیں رہی، ”الہذی“ ہو گئی۔ اب اس کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا۔

ختم نبوت کے خلاف غلام احمد قادیانی کی دلیل کی تردید

ایک قادیانی سے جب اس معاملے پر بحث کی تو سورۃ البقرہ میں وارد شدہ الفاظ ﴿قُلْ هِيَ الَّتِي كُفِّرُوا﴾ کے مصداق وہ میری دلیل کے آگے بالکل مبہوت ہو کر رہ گیا غلام احمد قادیانی ایک بہت اچھا مناظر تھا۔ اس نے آریہ سماجیوں اور عیسائیوں سے مناظرے کیے جن میں فتح حاصل کی اور تینتالیس مسلمانوں کی آنکھوں کا تار بین گیا محبوب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک شوش چھوڑا کہ نبوت اور وحی تو رحمت ہیں! رحمت بند کیسے ہو سکتی ہے؟ وحی تو انسانوں کی ہدایت کے لیے ہے انسان ختم نہیں ہوئے تو وحی کیسے ختم ہو گئی! دیکھئے بظاہر یہاں بات بتی کو کھلتی ہے۔ یہیں سے آپ کو اس بات کا جواب مل جائے گا کہ بڑے بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ اس فتنے کا شکار کیونکر ہو گئے۔ دنیا میں ایک ہی مسلمان نام کا سائنس دان ٹاپ پر آیا ہے اور وہ قادیانی ہے۔ ایک ہی مسلمانوں کا نام رکھنے والا انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس بیگ کا جج بنا ہے وہ بھی قادیانی ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹرز اور انجینئرز قادیانی ہیں آخر کیوں؟ یہ بات ایسی تھی جو بظاہر دل کو اچیل کرتی ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے وحی کا راستہ کھولا گیا تھا؟ بھی انسان ختم نہیں ہوئے وحی کا دروازہ کیسے بند ہو جائے گا؟ پہلے اجراء وحی کا شوش چھوڑا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اگر وحی جاری ہے تو نبوت بھی جاری ہے۔ لہذا پھر اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے عوام الناس کی نفسیات کو متاثر کرنے کے لیے ایک اور شوش چھوڑا کہ دیکھو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت بھی ہو گئے اور زیر زمین دفن ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے اور وہ آسمان پر ہیں! اس سے تو گویا جاہت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گئے! حالانکہ افضلیت کا اس سے

کوئی تعلق نہیں۔ اصحاب کہف اگر 300 برس تک سوتے رہے تو اس میں کون سی افضلیت کی بات ہے! اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو 100 برس تک مردود رکھ کر دوبارہ زندہ کر دیا تو اس میں افضلیت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہے اللہ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے عام آدمی کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے شوشے چھوڑے اور کہا کہ نہیں نہیں غلط ہے، یہ مولویوں کے دھوکے سلعے ہیں، رفع مہجہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے حدیثوں کے اندر ہے اور حدیثوں کے بارے میں ہم اطمینان نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سولی نہیں چڑھائے گئے۔ مرزا کے بقول وہ سولی چڑھائے گئے، لیکن فوت نہیں ہوئے، البتہ زخمی ہونے کے بعد صلیب سے اتار لیے گئے تھے پھر اُن کا علاج معالجہ ہوا پھر وہ علاقہ چھوڑ کر کشمیر میں آ گئے یہاں آ کر اُن کا انتقال ہو گیا اور یہاں دفن ہوئے یہاں کشمیر میں اُن کی قبر بھی موجود ہے۔ یہ دوایشو ہیں جو اس شخص نے خصوصی طور پر اٹھائے اور اس طرح عوام الناس کو متاثر کیا۔

ابھی میں نے جس قادیانی کا ذکر کیا اس سے میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ: کیا تم یہ مانتے ہو کہ اللہ کی ہدایت قرآن میں کامل ہوگئی؟ اس نے کہا: ہاں! ہم مانتے ہیں کہ روایت کامل ہوگئی۔ میں نے کہا: کیا تم یہ مانتے ہو کہ قرآن محفوظ ہے اس میں تحریف نہیں ہوئی؟ اس نے کہا: ہاں! ہم مانتے ہیں کہ قرآن محفوظ ہے اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پھر میں نے کہا: مجھے منطقی وجہ بتاؤ کہ پھر اس وحی کی کھڑکی کو کھلے رکھنے کا فائدہ کیا ہے؟ وہاں سے جو آنا تھا وہ مکمل ہو گیا یعنی قرآن۔ ہاں قرآن میں اگر تحریف ہو جاتی اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا گیا ہوتا تو کسی نبی کی ضرورت تھی کہ جو آکر اس کی تصحیح کرے کہ یہ بات یوں نہیں یوں تھی۔ منطقی اعتبار سے ایک جواز پیدا ہوتا ہے وحی اور نبوت کے جاری رہنے کا بشرطیکہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو مانا جائے یا تو یہ کہ قرآن میں ہدایت مکمل نہیں ہوئی اور یا کہ یہ تو گئی تھی لیکن قرآن گم ہو گیا یا قرآن کے اندر تحریف ہوگئی یہ دو اصل قرآن نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں نہیں مانتے تو عقلی اور منطقی اعتبار سے اس کھڑکی کو کھلے رکھنے کا کہاں کوئی جواز پیدا ہوتا ہے؟ اس پر وہ قادیانی بالکل مبہوت ہو گیا کہ واقعتاً آپ کی دلیل بہت مضبوط ہے۔ تو تکمیل نبوت کا پہلا مظہر یہ ہے کہ وہ ہدایت فلسفیانہ ہدایت ایمان کی ہدایت فکری اور نظری ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دینی تھی وہ قرآن میں مکمل ہوگئی۔

تکمیل نبوت کا دوسرا مظہر یہ ہے کہ دین حق کی بھی تکمیل ہوئی ہے حضرت محمد ﷺ پر۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت 3 میں آیا: ”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔“ لیکن تکمیل دین کا پس منظر بھی سمجھ لیجئے۔ جیسے انسان کے ذہنی ارتقاء کے مراحل آئے ہیں فلسفیانہ شعور میں ترقی ہوئی ہے اور ہوتے ہوتے وہ اپنے بلوغ اور پختگی کو پہنچا ہے ایسے ہی انسان کے اندر تمدنی طور پر ارتقاء ہوا ہے۔ ایک دور وہ تھا جب ہمارے آباء و اجداد غاروں میں رہتے تھے۔ کہیں کوئی سٹریٹ لائٹ کا سوال نہیں کہیں کوئی سڑکوں کو صاف کرنے کا سوال نہیں کہیں کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی کا سوال نہیں۔ انفرادیت ہی انفرادیت تھی۔ میں اپنی غار کا مالک ہوں جو چاہوں کروں میرے اوپر کوئی قانون نہیں کوئی قدغن نہیں۔ یہ نظام تھا۔ اجتماعیت تھی ہی نہیں انفرادیت ہی انفرادیت تھی۔ پھر قبائلی نظام قائم ہوا کہ قبیلے کا ایک سردار ہے اس کا حکم ماننا ہوگا۔ تم فلاں قبیلے سے ہو اس قبیلے کی یہ روایات ہیں تمہیں ان پر عمل کرنا ہوگا۔ اب جیسے جیسے اجتماعیت آتی شروع ہوئی انفرادیت کے اوپر قدغیں لگنی شروع ہوئیں۔ یہ نہیں کہ جو چاہو کرو۔ تمہارا تعلق اس قبیلے کے ساتھ ہے اس کی یہ رسم ہے یہ ریت ہے اس کا یہ رواج ہے تمہیں اس کو پورا کرنا ہو گا اور تمہارا جو قبیلہ ہے سردار ہے اس کا حکم ماننا ہوگا۔

آگے چلے! شہری ریاستیں وجود میں آئیں۔ دو تین چار قبیلے ایک شہر میں آکر آباد ہو گئے۔ ہر قبیلہ تو اپنی جگہ پر ایک اجتماعی یونٹ ہے اس کا سردار ہے اس کا کہنا سب مانتے ہیں لیکن اب ان قبیلوں کے آپس کے معاملات کیسے طے ہوں گے؟ یہاں سے دستور سازی کا آغاز ہوا۔ چنانچہ کچھ اصول طے کیے جاتے تھے کہ ہمارے بین القباہلی معاملات ان اصولوں کے تحت ہوں گے۔ اب میں یہاں ایک مثال دیتا چلوں حضور ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ ایک قبیلہ کا شہر تھا جہاں صرف قریش رہتے تھے اور کوئی وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ بات طے تھی کہ یہاں یا قریشی رہے گا یا قریشی کا غلام رہے گا وہ کوئی بھی ہو یا قریشی کا حلیف رہے گا یعنی باہر سے کوئی آئے گا تو کسی مکہ والے کا حلیف بن کر ٹھہر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ لیکن مدینہ منورہ سماجی ارتقاء کے ایک بلند تر درجے پر تھا۔ وہاں پانچ قبیلے آباد تھے۔ دو تو اصل عرب قبیلے تھے: اوس اور خزرج۔ تین یہودی قبائل تھے جو وہاں

آکر آباد ہو گئے تھے: بنو قریظہ بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ ان پانچوں قبیلوں کے آپس میں معاہدات تھے۔ اوس کا قبیلہ چھوٹا تھا خزرج کا بڑا تھا۔ (حضور ﷺ نے بھی جب ان میں بارہ نقیب مقرر کیے تھے تو نو خزرج میں سے تھے اور تین اوس میں سے۔) اوس اور خزرج کے درمیان یہ طے تھا کہ اگر کوئی خزرجی کسی اوی کو قتل کر دے گا تو دیت ایک تہائی ہوگی جبکہ اگر کوئی اوی کسی خزرجی کو قتل کر دے گا تو تین گنا دیت دینا ہوگی۔ یقیناً اوی نو جوان کا خون کھولتا ہوگا کہ کیا میرے خون اور میری جان کی قیمت اس خزرجی نو جوان کے مقابلے میں ایک بنا تین ہے! لیکن اگر مدینے میں رہتا ہے تو اس اصول کو ماننا پڑے گا یہ اصول یہاں طے ہو چکا ہے اب تمہیں اس کی پابندی کرنی ہے۔

اس سے اگلا قدم کیا تھا! جزیرہ نمائے عرب کے اوپر جو بہت بڑا چڑ ہے یہ شام عرب اور عراق عرب ہے۔ یہ بھی عرب ممالک ہیں۔ اس جزیرہ نمائے اوپر دو عظیم مملکتیں قائم تھیں قیسری سلطنت روم اور کسری کی سلطنت ایران۔ یہ تمدن کی آخری سطح تھی جبکہ حکومتیں بن گئیں بادشاہتیں قائم ہو گئیں محلات بن گئے مستقل افواج وجود میں آ گئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہیں ٹیکس لگ رہے ہیں دیہقان محنت کر رہا ہے اور اس سے ٹیکس لیا جا رہا ہے جاگیر دار اپنا حصہ رکھ کر باقی بادشاہ کو پہنچاتا ہے۔ کرگے پر بیٹھا ہوا کوئی شخص کپڑا بن رہا ہے تو اس سے بھی ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ عوام کو ظلم و ستم کی پٹری میں بیٹھا جا رہا ہے اور بادشاہ عیش کر رہے ہیں اونچے اونچے محلات بنا رہے ہیں۔ یہ زمانہ تھا جبکہ انسانیت پر ایسی پابندیاں لگیں کہ انسان مجبور و مقبور ہو کر رہ گیا۔ اس دور میں محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس وقت تمدنی ارتقاء اس انتہا کو پہنچ گیا تھا کہ اجتماعیت کا دور دورہ تھا انفرادیت پس گئی تھی اس کی آزادیاں ختم ہو گئی تھیں۔ اب بادشاہ تھا اور بادشاہ کا نظام تھا۔ عوام میں کہیں ذرا سی بھی بغاوت ہوتی تو سلطنت روم کے خرق آبن فوجی اسے بری طرح پھل دیتے تھے۔ اسی طرح ایرانی فوجی کسی کو سزا دھانے کا موقع نہیں دیتے تھے اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ کو نوع انسانی کے لیے دین حق کی صورت میں ایک مکمل نظام حیات عطا کر دیا گیا کہ سماجی سطح پر یہ ہدایات ہیں معاشی سطح پر یہ ہدایات ہیں اور سیاسی سطح پر یہ ہدایات ہیں۔ الغرض ایک مکمل پالیٹیکو سوشیو اکنا مک سسٹم کی حیثیت سے دین کو کامل کر کے حضرت محمد ﷺ کو عطا کر دیا گیا۔ حالانکہ دین ہمیشہ سے ایک تھا موسیٰ کا دین بھی یہی تھا عیسیٰ کا

دین بھی یہی تھا ابراہیم کا بھی یہی تھا نوح کا بھی یہی تھا سورۃ الشوریٰ (آیت 13) میں فرمایا: ”(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ قائم کرو دین کو اور اس میں تفرق نہ ڈالو۔“ سب کا دین ایک تھا لیکن ابھی دین مکمل نہیں ہوا تھا۔ ابھی اجتماعیت محدود تھی ابھی انفرادیت کا بول بالا تھا۔ ابھی ایک نظام کا تصور نہیں تھا۔ ابھی کوئی پالیٹیکل سسٹم وجود میں نہیں آیا تھا۔ ابھی وہ مستقل افواج کے دور نہیں آئے تھے۔ وہ دور جب آ گیا تو عدل و قسط پر مبنی ایک پالیٹیکو سوشیو آکنا مک سسٹم اسلام کی شکل میں دین حق کی تکمیل کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا گیا۔ ﴿الَّذِي هُوَ أَكْمَلُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

یہ تکمیل نبوت کے دو مظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ ہدایت ”ھدیٰ“ سے بڑھ کر ”الھدیٰ“ بن گئی۔ یعنی قرآن کی صورت میں کامل اور مکمل ہدایت عطا کر دی گئی۔ دوسرے یہ کہ دین کامل ہو گیا۔ یہ دونوں چیزیں حضور ﷺ پر اپنے عروج اور نقطہ کمال کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ اللہ سے لینے والا حصہ جو ہے یعنی وحی اور دین دونوں کی تکمیل ہو گئی محمد رسول اللہ ﷺ پر۔



دعائے مغفرت للذنوب البہیضہ

☆ حلقہ سائبہ وال، وہاڑی کے مبتدی رفقا محترم فصیح علی اور محترم احسن علی کے والد وقات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0302-2800028

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، صادق آباد شمالی کے ملترم رفیق محترم محمد اشرف جاوید کی المیہ وقات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0300-8675953

☆ حلقہ سائبہ وال، وہاڑی کے ناظم بیت المال محترم محمد صدیق کے ماموں زاد بھائی وقات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0309-8675121

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَاَزْخُمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَابِسْهُمْ جَسَدًا يَّسِيْرًا

جنازے کے موقع پر تذکیر بالقرآن

شرکت اللہ شاکر

امتحان زندگی:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک: 2) ”جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔“

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (الزلزل) ”جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا مرکزی نقطہ بھی قرآن، توحید، آخرت و تقویٰ، توبہ اور اطاعت تھا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مکیہ میں پیدا کیا یعنی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ پھر ہماری جنازہ گاہوں میں وعظ کا بنیادی مزاج بھی اندازہ نشیر اور قرآن و سنت ہی کیوں نہ ہو؟

2۔ تذکیر کے بنیادی موضوعات

بیان کے دوران درج ذیل امور پر مختصر اور جامع روشنی ڈالنی چاہیے:

موت سے کوئی مفر نہیں: یہ بتانا کہ دنیا میں آنے والا ہر شخص، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، ایک دن یہاں سے جائے گا۔

زندگی ایک مہلت ہے: یہ زندگی آخرت کی تیاری کے لیے ایک عارضی امتحان گاہ ہے، اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اعمال کا حساب: قبر کا پہلا مرحلہ اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیشی کا احساس دلانا۔

توبہ کی ترغیب: زندوں کو گناہوں سے توبہ کرنے اور نیکیوں کی طرف راغب ہونے کی تلقین کرنا، کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

3۔ جنازے کے موقع پر تذکیر کے آداب

موقع اور محل کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے

جنازے کے موقع پر تذکیر بالقرآن (قرآن پاک کے ذریعے نصیحت اور یاد دہانی) ایک انتہائی اہم اور اثر انگیز عمل ہے۔

موت انسان کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے، اور جنازہ گاہ اس حقیقت کا سب سے مؤثر مدرسہ۔ میت سامنے ہو، قبر تیار ہو اور سینکڑوں دل غم و مہرت کی کیفیت میں ہوں تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور وہ آخرت کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ بعض اوقات اس سنہری موقع کو بھی ہم غیر ضروری حکایات، خوابوں، قصوں اور ذاتی کارگزاریوں کی نذر کر دیتے ہیں۔

اس موقع پر تذکیر کے لیے چند اہم قرآنی آیات، بنیادی موضوعات اور آداب درج ذیل ہیں:

1۔ تذکیر کے لیے منتخب قرآنی آیات

جنازے کے موقع پر ایسی آیات کا انتخاب کرنا چاہیے جو موت کی حقیقت، آخرت کی تیاری اور اللہ کی طرف رجوع کا درس دیتی ہیں:

موت کی حقیقت:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ (آل عمران: 185) ”ہر جان کو موت کا مزد چکھنا ہے، اور تمہیں قیامت کے دن تمہارے پورے پورے اجر دیے جائیں گے۔“

دنیا کی بے ثباتی:

﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (آل عمران: 185) ”اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

اللہ کی طرف واپسی:

﴿قَالُوا إِنَّا إِلَهُكُمُ وَإِنَّا لَبِئْسَ مَا كُنَّا فِيهِ﴾ (البقرہ) ”یقیناً ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

مختصر اور جامع گفتگو: بیان کو بہت لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ لوگ غم کی حالت میں ہوتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں، اس لیے 5 سے 10 منٹ کا اجمالی اور پراثر بیان کافی ہے۔

نرم اور ہمدردانہ لہجہ: گفتگو کا انداز ملامت والا نہیں، بلکہ دلوں کو چھوڑنے والا اور ہمدردانہ ہونا چاہیے۔

بدعات سے اجتناب: تذکیر کا مقصد سنت کے مطابق لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہو، نہ کہ کوئی ایسی رسم بنانا جو شریعت سے ثابت نہ ہو۔

☆ قرآن کو تذکیر کا ذریعہ بنایا جائے۔

☆ کم از کم ایک واضح قرآنی آیت، اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح ضرور ہو۔

☆ صحیح احادیث کو ترجیح دی جائے۔

☆ غیر مستند حکایات، من گھڑت واقعات اور مشہور مگر بے اصل اقوال سے اجتناب کیا جائے۔

☆ میت سے زندہ لوگوں کی اصلاح کی طرف بات منتقل کی جائے۔

☆ نماز توبہ، حقوق العباد، حلال کمائی، قرآن سے تعلق اور آخرت کی تیاری جیسے عملی موضوعات زیر بحث آئیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مستند زندگی سامنے لائی جائے۔ خصوصاً ایمان، دعوت، صبر، ایثار اور دین کے لیے ان کی جانی و مالی قربانیوں کا ذکر کیا جائے۔

☆ آخر میں ایک واضح عملی عہد کروایا جائے۔

☆ مثلاً: ”آج سے نماز کی پابندی کروں گا، کسی کا حق دے دیا ہے تو ادا کروں گا، گناہ سے توبہ کروں گا اور قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کروں گا۔“

☆ میت ہمارے سامنے ایک خاموش پیغام بن کر پڑی ہوتی ہے: آج اس کی باری تھی، کل ہماری باری ہے۔

☆ اس لیے جنازہ گاہ کو قصوں کی محفل نہیں بلکہ قرآن و سنت کے ذریعے دلوں کی اصلاح کا مرکز بنائیے۔ لوگوں کو اپنی طرف نہیں، اللہ کی طرف بلائیے۔

☆ میت کے لیے دعا: تذکیر کے اختتام پر جنازے کے شرکاء کو نماز جنازہ میں حاضر میت کے لیے غلوں دل سے مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کرنی چاہیے۔



ایسے چھ کلاک طرف ہوا عالم عزت و کرامت اسلام کے خلاف لڑا جا رہا ہے دوسری طرف مسلمان ممالک انہیں میں لڑ رہے ہیں اور اسلامی

پاک چین دوستی اسرائیلی استعمار کو روک سکتی ہے، لہذا پاکستان اور چین کو مل کر خطے میں قیام امن کی کوشش کرنی چاہیے: پروفیسر عرفان یوسف

کہ دنیا کی ساری سے نکل 0100 بی، 000 بی، اسلام کی لڑی لائیں بنا کر تیرے کے بھی برا نہیں ہوا: مصطفیٰ کمال پاشا

”مشرق وسطیٰ میں قیام امن کا ممکنہ حل“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: نسیم احمد

سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابراہم اکارڈز کو بعض عرب ریاستوں نے سائن کر لیا ہے اور اس کے ذریعے اسرائیل کے ناجائز قبضہ کو تسلیم کیا ہے۔ جب اسرائیل کو تسلیم کیا جائے گا تو یہ تمام پراسیز اسرائیل کے لیے استعمال ہوں گی۔ پاکستان کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ یہ کوئی اللہ کی خاص کرم نوازی ہے کہ پاکستان کو اللہ نے انہی قوت بنایا ہے اور اس کی وجہ سے عرب ممالک کو بھی حوصلہ ملا ہے۔ خاص طور پر سعودی عرب ابھی تک ابراہم اکارڈز میں نہیں گیا تو اس کی ایک وجہ پاکستان بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حرمین شریفین کی حفاظت کی ذمہ داری بھی پاکستان کو دے دی۔ اسی وجہ سے پاکستان بھی اسرائیل اور امریکہ کا ہدف ہے۔ دوسرا خوف اسرائیل اور امریکہ کو عرب عوام کا ہے کہ ان کی جانب سے رد عمل ہو سکتا ہے اور عرب بادشاہوں کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ جرمنی میں ہونے والے اجلاس کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عرب حکمرانوں کو دلاسا دیا جائے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ عالم اسلام متحد ہو۔ بقول اقبال۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تباہناک کا شفر

جب تک مسلم ممالک امریکہ پر بھروسہ کرتے رہیں گے اور سینٹ کام کی طرف دیکھتے رہیں گے تو یہ متحد نہیں ہو سکیں گے اور نہ امن قائم ہو گا کیونکہ ان کے ایجنڈے بہت خطرناک ہیں۔

سوال: کیا ایسا تو نہیں ہے کہ ان دونوں اجلاسوں کا پس پردہ ایجنڈا امن کے خلاف کوئی مشترکہ کارروائی کرنا ہو؟ اور اگر ایسا ہوا تو اس کے کیا نتائج ہوں گے؟

سعودی عرب کے خلاف جنگ شروع کر چکے ہیں۔ اگرچہ جو اجلاس سینٹ کام نے بلوایا ہے اس کا مقصد یہی بتایا گیا کہ خطے میں امن کیسے قائم کیا جائے۔ لیکن اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکی ڈیپ سٹیٹ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ایران پر ایٹمی حملہ کر کے اس قصبے کو پاک کر دیا جائے۔ دوسری جانب اس اجلاس کا مقصد عرب ممالک کو اتحاد میں لے کر اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانا بھی ہے۔

سوال: ایک طرف یہ اجلاس ہوا جس میں مبینہ طور پر ایران پر جوہری حملہ کرنے کا فیصلہ ہوا اور دوسری طرف اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکہ نے مسقط میں حوثیوں کے ساتھ بھی میٹنگ کی ہے۔ اس میٹنگ کا ایجنڈا کیا تھا؟

مرتب: محمد رفیق چودھری

پروفیسر یوسف عرفان: حوثیوں کو ایرانی پراسیز سمجھا جاتا ہے لیکن پراسیز صرف حوثی نہیں ہیں۔ جب صیونیوں نے برٹش ایمپیریل ازم کی بنیاد رکھی تو اس ایمپیریل ازم کے تحت ہر خطے میں اس کی پراسیز قائم کی گئیں۔ یہ پراسیز سوڈان میں بھی ہیں، صومالی لینڈ میں بھی ہیں، لیبیا میں جو کچھ کرنل قذافی کے ساتھ ہوا وہ بھی ان پراسیز کے ذریعے کیا گیا۔ مصر میں الاخوان اور ڈاکٹر مری (مرحوم) کی حکومت کا تختہ الٹا گیا اور پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ قطر میں امریکہ کا سب سے بڑا اڈا بنا ہوا ہے جو اس خطے کے تمام فوجی، معاشی، تجارتی، سماجی اور مذہبی معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ دیگر عرب ممالک میں بھی امریکہ کے اڈے ہیں۔ سعودی حکومت کی اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ انہیں حرمین شریفین کے محافظ بننے کا اعزاز حاصل ہے لیکن وہ بھی امریکہ کے

سوال: جرمنی میں امریکہ، اسرائیل اور سات عرب ممالک کے عسکری حکام کا ایک خفیہ اجلاس ہوا ہے۔ اس اجلاس کو خفیہ رکھنے کی کیا وجہ تھی؟ اور اس کا ایجنڈا کیا تھا؟

مصطفیٰ کمال پاشا: یہ اجلاس اس لحاظ سے تو خفیہ نہیں ہے کہ 15 ستمبر کو اجلاس ہوا، 16 کو خبر ایک کی گئی اور 17 کو مغربی میڈیا نے اس کی تفصیلات بھی شیئر کر دیں۔ یہ اجلاس سینٹ کام نے منعقد کروایا تھا، اس میں سات عرب ریاستوں (سعودی عرب، قطر، عمان، مصر، کویت، UAE اور بحرین) کی افواج کے سربراہان کے علاوہ اسرائیل اور امریکہ کے حکام بھی شامل تھے۔ اجلاس کا بنیادی مقصد خطے کی سیوری کو یقینی بنانا بتایا گیا۔ اجلاس میں شریک سات عرب ریاستوں میں سے پانچ نے ابھی تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ خطے میں جنگ اسرائیل نے شروع کی تھی، امریکہ نے اس کی پشت پناہی کی اور پھر اسرائیل نے ہی امریکہ کو ایران کے خلاف جنگ میں گھسیٹا۔ اس کو سبز باغ دکھائے کہ ایرانی عوام مہنگائی کی وجہ سے تنگ ہے، اگر امریکہ ایران پر حملہ کر دے تو ایرانی عوام اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ معلومات خاصی حد تک درست تھیں۔ پاسداران آیت اللہ علی خامنہ ای کے ساتھ ہاتھ ملا کر عوام کی نمائندہ حکومت کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے تھے، خطے میں لڑائی جھگڑوں کو پروموت کر رہے تھے، دوسری طرف معاشی پابندیوں کی وجہ سے ایرانی معیشت و گروہوں تھی اور عوام تنگ تھے، پاسداران لوگوں کو جو سخت سزائیں دے رہے تھے، ان کی وجہ سے بھی بے چینی تھی۔ لیکن جب امریکہ نے حملہ کیا تو ایرانی عوام متحد ہو گئے اور آٹھ ماہ سے جاری اس جنگ نے خطے میں کشیدگی پیدا کر دی ہے کیونکہ ایران کے حمایتی حوثی بھی

رضاء الحق: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (البقرہ: 120)

یعنی یہود اور انصاری تو خوش ہی اُس وقت ہوں گے جب مسلمان اُن کی ملت، مذہب، دین اُن کی تہذیب کی پیروی کریں۔

پوری تاریخ میں ان کی کوشش یہی رہی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے۔ یہ معاملہ صرف یمن تک محدود نہیں ہے، وہ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف یہی ایجنڈا رکھتے ہیں۔ صیہونی تحریک نے 1898ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں جو اجلاس منعقد کیا تھا اُسی میں انہوں نے آئندہ کے لیے اپنا پورا ایجنڈا اور پروڈوکٹس طے کر دیئے تھے۔ صیہودور ہرتزل نے اپنی ایک کتاب میں 1904ء میں گریٹر اسرائیل کا نقشہ بھی دے دیا تھا۔ اس سارے پس منظر کو آپ احادیث مبارکہ میں آخری زمانے کے متعلق آنے والی خبروں سے جوڑ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو رفتن ہے اور دجال کے خروج کا وقت بہت قریب ہے۔ احادیث کے مطابق یہ دجل، فریب اور دھوکہ دہی کا دور ہے۔ کسی کو ظلم نہیں ہو سکے گا کہ حق بات کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہوگا، نہ قتل کرنے والے کو پتا ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور نہ ہی قتل ہونے والے کو پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل ہوا۔ دہشت گردی بھی اس کا ایک تسلسل ہے۔ ایران و عرب، یمن اور سعودی عرب، UAE اور سعودی عرب، پاکستان اور افغانستان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ دوسری طرف پورا عالم کفر متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا ہے، اسرائیل غزہ میں مسلم عورتوں اور بچوں کا قتل عام کر رہا ہے مگر دو ارب مسلمان کچھ نہیں کر پا رہے۔ حدیث میں اس کو وہ بن کی بیماری قرار دیا گیا:

((حب الدنيا و كراهية الموت))

دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔ یہ نیم سنی، اور اونچی اونچی عمارتیں بنانا، کفار سے دوستیاں، دوستی میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب دنیا کی محبت کا اظہار ہے۔ فی الوقت یمن میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک مربوط منصوبے کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اُمید ہے کہ اسی شر سے خیر برآمد ہوگی ان شاء اللہ کیونکہ احادیث میں شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا آئی ہے۔ فرمپ نے ایران کے خلاف جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان سے اظہار ایران کے خلاف جو بری ہتھیاروں کے

استعمال کا اظہار ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے جلد یا بدیر مسلمانوں کو سمجھ آ جائے کہ امریکہ اور اسرائیل صرف انہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔

سوال: قطر کی سفارتی سرگرمیاں حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین صلح کروانے کے لیے ہیں یا سعودیہ کے دفاع کے لیے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: جنگ شروع کرنا کسی ملک کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن اسے ختم کرنا آسان نہیں رہتا۔ فرمپ نے جو سوچ کر جنگ شروع کی تھی وہ سارے اندازے گنڈھ ہو گئے ہیں اور جنگ طویل ہونے کی وجہ سے امریکہ میں پٹرول کی قیمتیں تاریخ کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہیں۔ اس بات نے جنگ کو امریکی عوام کے لیے ناقابل قبول بنا دیا ہے۔ امریکہ اب طویل جنگ کو افورڈ

پراکسی صرف حوثی نہیں ہیں، ہر ملک میں برٹش امپیریل ادم کی پراکسیز ہیں اور برٹش امپیریل ادم کی جن مسجدوں نے بنیاد رکھی ہے وہی ان کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔

نہیں کر سکتا ہے حالانکہ اسرائیل چاہتا ہے کہ جنگ طویل پکڑے کیونکہ اس میں بربادی مسلمانوں کی ہوگی۔ اس لیے حوثیوں اور سعودی عرب کی جنگ کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ 2015ء میں حوثیوں کی تعداد 30 ہزار تھی لیکن اب بڑھ کر پونے چار لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ حوثیوں کے پاس ایسے ڈرونز اور میزائل آگئے ہیں جو کسی عام گروہ کے پاس نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ عالمی قوتیں اس جنگ کو بڑھا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب نے مدد کی درخواست کی لیکن امریکہ نے انکار کر دیا۔ دوسری طرف حوثیوں کے ساتھ امریکہ کے اجلاس بھی ہو رہے ہیں اور حوثیوں کی جانب سے یمن دہانی کروائی گئی ہے کہ اسرائیلی جہازوں کو یمن نہیں روکا جائے گا۔ قطر کے پاس اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اس جنگ کو روک سکے اور سعودی عرب کا دفاع کر سکے۔ پھر امریکہ نے جو بساط بچھائی ہوئی ہے قطر اس میں مہرے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

سوال: سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف امریکہ سے مدد مانگی لیکن امریکہ نے انکار کر دیا، آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

پروفیسر یوسف عرفان: اسرائیل اپنے استعمار کی پالیسی پر گامزن ہے۔ چونکہ سعودی عرب خطے کی سب سے بڑی طاقت ہے، وہ عالم اسلام کا مرکز ہے، عالم عرب کا نمائندہ ہے، وسائل بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے اسرائیل سعودی عرب کو کمزور کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ خود خطے کی سب سے بڑی ریاست بن جائے۔ اسرائیل اور امریکہ کے افریقہ میں بھی اڈے ہیں، عرب ممالک میں بھی اڈے ہیں وہاں سے وہ میزائل بھی چلاتے ہیں، ڈرونز بھی چلاتے ہیں اور عربوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان جو دفاعی معاہدہ ہوا ہے، اس کی وجہ سے بھی یہ سازش ہو سکتی ہے کہ ان ممالک کو جنگ میں الجھا دیا جائے اور جنگ پھیلے جس کا فائدہ اسرائیل کو ہی ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ چین کے اقتصادی منصوبے پاک چین دوستی کی علامت بھی ہیں اور خطے میں طاقت کے توازن اور استحکام کی ضمانت بھی۔ اگر یہ منصوبے کامیاب ہوں گے تو پاکستان کو بھی فائدہ ہوگا اور پاکستان مضبوط ہوگا تو سعودی عرب کو بھی حوصلہ ملے گا۔ یہ پاک چین دوستی اسرائیلی استعمار کو روک سکتی ہے، امریکی عزائم کو بھی ناکام بنا سکتی ہے، ایران اور عرب کشیدگی بھی ختم ہو سکتی۔ اس لیے اسرائیل اور امریکہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو بھی جنگ میں ملوث کیا جائے تاکہ پاک چین دوستی اور پاک چین اقتصادی منصوبے بھی متاثر ہوں اور پاکستان کمزور ہوگا تو عرب ممالک بھی حوصلہ ہار جائیں گے اور اسرائیلی استعمار کامیاب ہو جائے گا۔

سوال: مشرق وسطیٰ میں جاری جنگ کی وجہ سے آبنائے ہرمز کے بعد باب المندب پر بھی دباؤ بڑھ رہا ہے اور دنیا بھر کو تیل اور گیس کی سپلائی متاثر ہو رہی ہے۔ یہ سب صرف سعودی عرب کو نارگٹ کرنے کے لیے ہے یا عالمی تجارت کو نارگٹ کرنے کے لیے؟

رضاء الحق: امریکہ اور اسرائیل کسی صورت نہیں چاہتے کہ عالمی تجارت کا بہاؤ جاری رہے کیونکہ ان کو نظر آرہا ہے کہ مستقبل کی معاشی طاقت چین ہے اور چین عالمی استعمار میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ جبکہ اسرائیل اپنے عزائم پر سمجھوتہ کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہے اور امریکہ کے لیے اسرائیلی مفاد امریکی عوام سے بھی بڑھ کر رہے۔ مسلم ممالک تو آپس میں لڑ رہے ہیں، ایران عرب ممالک پر حملہ کر رہا ہے، حوثیوں نے بھی سعودی عرب سے جنگ چھیڑ دی ہے، عراقی ملیشیا نے بھی ایک اہم

پائپ لائن پر حملے کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان بکھرے ہوئے ہیں، ان کا اپنا مشن کلیئر نہیں ہے۔ جبکہ صہیونی اپنا مشن ہرگز نہیں بھولتے، وہ گریٹر اسرائیل کو اپنا تاریخی اور روحانی مشن قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کو پتا ہے کہ آگے کیا کرنا ہے۔ خطے میں تجارت بند ہوگی تو چین اور پاکستان کے لیے مشکلات برپا ہوں گی۔ امریکہ کے پاس تو دہائیوں کے لیے تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ چین کی پوری انڈسٹری کا دار و مدار تیل پر ہے۔ پھر تجارت رکنے پر سعودی عرب کو بھی نقصان ہوگا۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے مابین دفاعی معاہدہ کے باوجود پاکستان اور ترکیہ نہیں چاہتے کہ جنگ میں الجھ جائیں۔ لیکن اسرائیل اور امریکہ چاہتے ہیں کہ جنگ پھیلے۔ کیونکہ جنگ پھیلنے کی تو دنیا کی تجارت متاثر ہوگی اور اسرائیل اپنے عزائم میں آگے بڑھ سکے گا، اس کی اجارہ داری قائم ہوگی۔

سوال: پاکستان نے ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی کے لیے مذاکرات کرائے۔ کیا پاکستان سعودی عرب اور یمنی حوثیوں کے درمیان بھی ثالثی کا کردار ادا کر سکتا ہے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: سعودی عرب کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات ہیں اور سعودی عرب چاہتا بھی ہے کہ جنگ رکنے۔ حوثیوں کے نزدیک بھی ابھی تک پاکستان ایک جارح ملک نہیں ہے کیونکہ 2015ء میں جب سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف پاکستان سے مدد مانگی تھی تو پاکستان کی پارلیمنٹ میں مشاورت کے بعد پاکستان نے حوثیوں کے خلاف فوج بھیجنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا فیکٹر ہے جو حوثیوں کے نزدیک پاکستان کی ثالثی کو قابل قبول بناتا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان ایران کے ذریعے بھی حوثیوں سے مذاکرات کر سکتا ہے۔ مگر یہ صرف سعودی عرب کے چاہنے سے نہیں ہوگا۔ بات معنی خیز ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب امریکہ چاہے گا کہ پاکستان اس جنگ کو کوانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

سوال: سعودی عرب، ترکیہ اور پاکستان کے مابین جو دفاعی معاہدہ ہوا ہے، اس کے عملی تقاضے کیا ہیں؟ اور کیا یہ عملی مرحلے میں داخل ہو چکا ہے؟

پروفیسر یوسف عرفان: اس کے عملی اقدامات تو وقت کے ساتھ ساتھ ڈویلپ ہوں گے۔ مگر جو چیز اظہر من الشمس ہے وہ یہ ہے کہ سعودیہ، ترکیہ اور پاکستان ایک

قوت کے طور پر خطے میں موجود ہیں۔ جہاں تک حوثیوں کی بات ہے تو وہ آسانی سے مذاکرات کی میز پر نہیں آئیں گے کیونکہ ان کے پیچھے عالمی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ ان کا صل یہی ہے جو پاکستان TTP، بی ایل اے اور دیگر عالمی طاقتوں کی پراسکیز کے ساتھ کر رہا ہے کہ ساتھ ساتھ ان کی پٹائی بھی ہو رہی ہے اور ساتھ ساتھ مذاکرات کی دعوت بھی دی جا رہی ہے۔ پاکستان کی مہارت اس ضمن میں سعودی عرب کے کام آسکتی ہے۔ جنگ کو روکنے میں پاکستان کا بھی فائدہ ہے کیونکہ اگر جنگ بڑھی تو پاکستان اور چین کو بھی نقصان پہنچے گا اور بھارت کو خطے میں بالادستی حاصل ہوگی۔ اسرائیل کی اصل طاقت اس کے پڑوس میں کمزور عرب ریاستیں ہیں جو اپنا دفاع نہیں کر سکتیں۔ سعودی عرب واحد ملک ہے جو اپنا دفاع کر پارہا ہے۔ اسرائیلی کی کوشش ہے کہ سعودی عرب بھی کمزور ہو۔ اسی طرح پاکستان کو بھی چاروں طرف سے گھیر کر کمزور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان اور سعودیہ کمزور ہوئے تو چین کے مفادات کو بھی نقصان پہنچے گا۔ لہذا پاکستان اور چین کو مل کر اس جنگ کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مصطفیٰ کمال پاشا: مکہ معاہدہ میں شامل تین ممالک میں سے ایک ترکیہ نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہوا ہے، سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ بیٹھ کر جرمی میں مذاکرات کر رہا ہے۔ لہذا مکہ معاہدہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس کے خلاف ہے اور اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس سے قبل OIC، GCC، بی، اسلامک ملٹری ایلیٹس بنا مگر نتیجہ کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔ حالت یہ ہے کہ سعودی عرب اربوں ڈالرز امریکہ کو دیتا ہے لیکن پاکستان امریکہ اور ایران کے مابین ثالثی کا کردار ادا کرنے کے باوجود ایک ارب ڈالر IMF سے قرض لینے کے لیے ہبیک مانگ رہا ہے۔ لہذا پاکستان کی ثالثی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پاکستان کی معیشت حالت نزاع میں ہے۔ اسی طرح مکہ معاہدہ کا حال بھی OIC اور GCC جیسا ہوگا۔

رضاء الحق: مذاکرات یا معاہدہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اصولی طور پر کوئی بری بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مکہ معاہدہ امت مسلمہ کی حفاظت کے لیے ہوگا، یہ خواہش تو اچھی ہے مگر اصل میں یہ معاہدہ کن مقاصد کے لیے استعمال ہوگا۔ اس کے

بارے میں ہم ابھی نہیں جانتے۔ 2006ء میں امریکی آرڈر سروسز جرنل میں کرنل رالف پیٹرز کا ایک مقالہ "Blood Borders: How a Better Middle East Would Look" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مشرق وسطیٰ میں ہونے والی تقسیم کا اس نے نقشہ کھینچا تھا۔ اسی کے مطابق اس وقت مشرق وسطیٰ میں سارے واقعات ہو رہے ہیں۔ مکہ معاہدہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کچھ اہم مسلم ممالک اس میں شامل نہیں ہوتے۔ خاص طور پر ایران اور مصر کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن میرے خیال میں وہ شامل نہیں ہوں گے۔ پھر مکہ معاہدہ میں جس دشمن کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی واضح نہیں کیا گیا کہ وہ کون ہے۔ اس سے قبل غزہ کے حوالے سے بھی بورڈ آف پیس بنا ہے لیکن اس کے باوجود اسرائیل غزہ پر حملے کر رہا ہے، لیکن کچھ نہیں ہو رہا۔ ایسے معاملات حل نہیں ہوں گے جب تک مسلم ممالک اس بات کو نہیں سمجھتے کہ دشمن تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس سازش سے باہر نکلنے کا طریقہ قرآن میں بتا دیا گیا ہے: ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْلِصْ مِنْكُمْ أَكْثَرَ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ (سورہ عمر) "اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔"

اگر ہم اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں گے تو ہی اللہ کی مدد آئے گی۔ اگر مسلم ممالک اللہ کے دین کے نفع کو اپنا مشترکہ مقصد بنائیں تو اللہ کی مدد آئے گی۔ لیکن ہمارے حکمران امریکہ، روس، چین سے تو امیدیں لگائے بیٹھے ہیں لیکن اللہ پر ان کا توکل اور یقین نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کی مدد کے بغیر کہیں سے بھی مدد نہیں آسکتی۔



پروگرام کے شرکاء کا تعارف

- 1۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشر و اشاعت و ترجمان تنظیم اسلامی پاکستان
 - 2۔ پروفیسر محمد یوسف عرفان: معروف دانشور اور کالم نویس
 - 3۔ مصطفیٰ کمال پاشا: معروف دانشور کالم نویس اور تجزیہ نگار
- میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم، مرکزی شعبہ نشر و اشاعت

گلہ جھائے و فائما

عامرہ احسان

amirah@gmail.com

مشینری کی اسرائیل اجازت نہیں دیتا۔ بمشکل کہیں ایک آدھ میسر آئی۔ اسرائیلی حملوں سے 61 ملین ٹن ملبہ اور کوڑا کرکٹ بنا ہے۔ جس کی صفائی کو یو این کے مطابق 7 سال درکار ہوں گے۔ اس ماہ فلسطینی سول ڈیفنس نے کہا کہ غزہ کے ایک مقام سے 96 اجساد خاکی بازیاب ہوئے، جن میں 58 بچے اور 23 خواتین ہیں۔ اسی لیے تو غزہ کا انتظام چلاتی حماس کو نشانہ بنا کر اسرائیل ختم کرنے پر کمر بستہ ہے تاکہ غزہ حکومتی اعتبار سے مکمل ختم ہو جائے۔ دنیا میں آواز باقی نہ رہے۔ حقائق نہ بھلیں۔

اسی لیے غزہ وزارت صحت کے ڈائریکٹر جنرل منیر البرش کے جواں سال بیٹے کو 19 ستمبر کو اسرائیلی حملے میں شہید کیا گیا۔ قتل ازراں بیٹی بھی اسی طرح شہید ہو چکی۔ باپ بیٹا خیمے میں اکٹھے بھی تھے۔ بیٹے نے کہا: ”بابا! وہ ہم دونوں کو اکٹھا نشانہ بنائیں گے۔ باپ نے کہا: ”اچھا ہے ہم دونوں اکٹھے جنت جائیں گے۔ بیٹا جو نبی باہر نکلا، اسے ڈرون سے شہید کر دیا گیا۔ یہ ہر دن کی کہانیاں ہیں۔ علاوہ ازیں اسرائیلی وزیر دفاع کا زک کہہ چکا کہ ہم نے فلسطینیوں کو یہاں سے مکمل نکال پھینکنا ہے صرف جگہ کی تلاش اور امریکی رضامندی چاہیے۔ جنیوا کنونشن کے تحت مقبوضہ مقام سے شہریوں کی جبری بے وطنی جرم ہے۔ (ہم کشمیر کے لیے یہ نکتہ نوٹ کر لیں۔) انٹرنیشنل کریمنل کورٹ یقیناً یہاں پر چھلے وزیر دفاع کے وارنٹ گرفتاری جنگی جرائم پر جاری کر چکا ہے۔

امریکہ نے اپنے شہریوں کو مشرق وسطیٰ جانے پر متنبہ کیا ہے کہ تنازعہ بڑھ سکتا ہے۔ حوثیوں کے ریاض اور یمن میں آراکو پر حملوں کے تناظر میں۔ یہ تنبیہ امریکی اسرائیلی عزائم کا اظہار بھی ہے۔ لبنان پر اسرائیل حسب سابق حملے کر رہا ہے۔ دنیا میں معیشت کی شدید تیل! دوہری دبوچی گئی ہے۔ پہلے صرف ایران حملہ آور تھا، اب دنیا کو تیل سپلائی کرنے والا اہم ملک سعودی عرب حوثیوں کے حملوں کی زد میں بھی ہے۔ مشرق وسطیٰ میں جنگ کا پھیلاؤ مسلم ممالک (اور باقی دنیا بھی) کی معیشت پر کاری ضرب ہے۔ مسلمانوں پر یہ نیند کے ماتوں کو جگانے کے چھیڑے ہیں مگر ہم حسب سابق ہیں۔ فلسطینیوں پر قیامت ٹوٹ رہی تھی اور ہم سبھی مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رہے۔ امریکہ، اسرائیل شہ پاکرا اپنے ایجنڈے پر سے کرتے چلے جا رہے ہیں۔

6 فلسطینی مددگار تحقیقوں کو ایک ملین ڈالر عطیہ مدد کو دیا۔ پے در پے دیگر نے بھی بھاری عطیہ دیے۔ حتیٰ کہ ساتھ چھوڑنے والے ساتھی اور نکالنے والے کٹر اسرائیل نواز کرافٹ کو بھی (2 ملین ڈالر) عطیہ شرمندہ ہو کر دینا پڑ گیا۔ میکمل مور نے تقاریر میں اہل غزہ و مغربی کنارے کی تکلیف دہ منظر کشی کی۔ کولمبیا یونیورسٹی کے طلبہ کو ’ہند ہال‘ (فلسطینی شہید بچی کے نام پر) بنانے اور تعلیمی، مالی قربانیاں دینے پر خراج تحسین پیش کیا۔ اور کہا کہ ’اصل ضرورت سیاسی تبدیلی کی ہے۔ ایک گویا بھی جانتا ہے کہ ’ھو الحل‘۔ حل دنیا میں سیاسی تبدیلی ہے اسی لیے تو مغرب سیاسی اسلام سے خوفزدہ ہے، ایسے نوجوانوں، تنظیموں کو حوالہ زنداں کرتا ہے۔ اپنے ہی عوام کو فلسطین کے حقوق پر بلند آہنگ مظاہروں پر سزائیں دیں، نوکریوں سے نکالا۔ فرانس کا البانیہ، فلسطینی علاقہ جات کی ماہر، یو این ترجمان کی شامت لے آیا۔ افغانستان کی جان کو آگیا کیونکہ وہ اسلامی حکومت بنا بیٹھا۔ تکبیر کو ٹیرر فغزہ (Terror Chant) قرار دینے کی کوشش کی۔ اللہ اکبر پر ان کا دم نکلتا ہے کیونکہ یہ دہشت دل پر بھاتی ہے۔ حکمران ہے اک وہی باقی بتان آذری، کا اعلان عام ہے! فلسطین میں دونوں طرف غزہ، مغربی کنارہ اسرائیلی دہشت گردی جاری ہے۔ ہم مسلمانوں نے گولہ گروں سے مٹی جھارنے کو نام نہاد امن بورڈ بنوا دیا تھا مگر۔ اب تک غزہ میں جنگ بندی کے بعد سے ساڑھے 13 سو شہید کیے جا چکے ہیں۔ مسلسل در بدری اور پھٹے خیموں میں رہتے اب بے شمار مخدوش بلڈگروں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ جن میں سے ایک گرگنی جس میں کئی خاندان رہ رہے تھے۔ 21 شہید بشمول 6 بچے اور 25 زخمی، 60 لاپتہ ہو گئے طے تھے! یو این کے مطابق 80 فی صد عمارات تباہ ہو چکی ہیں یا مخدوش حالت میں ہیں۔ حماس پوری درد مندی سے خالی ہاتھوں سے ملبوں میں دبے زخمی نکالتی رہی۔ بھاری

ہفتہ بھر میں فرد، خاندان، بستیاں، ممالک، پورا گلوب ایک یکسانیت سے اپنی اپنی ڈگر پر اپنی سرشت کے مطابق رواں دواں ہے۔ اقبال کو ان کے انقلاب انگیز اشعار و افکار سمیت ہم دفن کر کے مقبرے پر پہرہ بٹھا چکے۔ ورنہ وہ صفحہ در صفحہ حالت زار بیان کر چکے۔ نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں فلیل کا میں بلاک جادوئے سامری تو قتل شیوہ آذری یعنی نہ مجھ میں اللہ سے ہم کلامی ملاقات (قرآن نبوی) کی آرزو ہے نہ تجھ میں براہیمی ایمان۔ (بین الاقوامی حالات تو مشرق وسطیٰ میں ہم مسلمانوں ہی پر مرکوز ہیں۔ سو یہ اقبال ’میں اور تو‘ بانگ درا میں شکوہ کننا ہیں۔) اگر میں یہودی جادوگر (سامری) کا پیر ہوں، تو، تو بت گر آذر کا قبیح ہے۔ یعنی پوری قوم اسلام سے منحرف ہو چکی۔ گلہ جھائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے حنم بھی ہری، ہری یعنی اے مسلمانو! تم نے اسلام کے ساتھ ایسی بے وفائی کی ہے کہ بظاہر وہ وفا ہے لیکن دراصل جفا ہے۔ زبان سے دعویٰ تو حید اور عمل دورنگی اور ضعف کا شکار۔ اگر میں تمہاری منافقت کی داستان کا فروں کو سناؤں تو وہ بھی تمہارے طرز عمل پر تو بہ تو بہ کرا نہیں!

فلسطین پر 3 سال جو جیتی، دو ارب امت کی کہانی مذکورہ جھائے وفا نہائی تو ہے۔ ان کی تڑپا دینے والی کہانی نے پورے مغربی عوام کو ہلا، دہلا کر رکھ دیا۔ تو بہ تو بہ کر اٹھے۔ طلبہ نے اپنی ڈگریاں، جیتی مستقبل ضائع کرنے میں دریغ نہ کیا، یونیورسٹیوں کو احتجاج گاہوں میں بدل ڈالا۔ آج بھی طویل سلسلہ امریکی گویے، میکمل مور کے فلسطینیوں کے حق میں مضبوط موقف نے مغربی عوام کو ہلا ڈالا۔ اسے نہایت نفع بخش پروگراموں کے نور سے اسی بنا پر نکال دیا مگر اس کی تقاریر کو جیتی، ضمیر جھنجھوڑتی رہیں۔ جس پر 4 مزید گویے نور چھوڑ کر نکل آئے۔ اس نے خود

حکومت کے خلاف پُر امن احتجاج کرنا اپوزیشن کا آئینی اور جمہوری حق ہے۔
حکومت اور اپوزیشن دونوں شدت پسندی کی روش چھوڑ کر ملک کی بہتری کے لیے سوچیں۔
عالمی اور علاقائی حالات کے تناظر میں پاکستان کسی سیاسی افراتفری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

شجاع الدین شیخ

حکومت کے خلاف پُر امن احتجاج کرنا اپوزیشن کا آئینی اور جمہوری حق ہے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں شدت پسندی کی روش چھوڑ کر ملک کی بہتری کے لیے سوچیں۔ عالمی اور علاقائی حالات کے تناظر میں پاکستان کسی سیاسی افراتفری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی ملک کے استحکام اور سلامتی کے لیے سیاسی افراتفری اور خانہ جنگی زہر قاتل سے کم نہیں ہوتی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ آئین پاکستان کے مطابق اپوزیشن کو پُر امن احتجاج کا مکمل حق حاصل ہے۔ تاہم حکومت کی جانب سے پی ٹی آئی کے کارکنان کی ملک بھر میں پکڑ دھکڑ، رہنمائی کی تعیناتی اور انہیں تمام ضروری اقدامات کا اختیار دینا اور اسلام آباد کو کنٹینر رکھ کر بند کر دینا نہ صرف جبری فضا کو بڑھا رہا ہے بلکہ اس کے انتہائی خوفناک نتائج بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ دوسری طرف پی ٹی آئی کی خیر پختونخوا حکومت کا صوبائی پولیس کے ذریعے دفاعی دارالحکومت پر دھاوا بولنے کا عندیہ دینا ریاستی اداروں کے ٹکراؤ کا باعث بنے گا، جس کا فائدہ ملک دشمنوں کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ سیاسی اختلافات کو نفرتوں میں بدل کر اسے حق و باطل کا معرکہ قرار دینا انتہا درجہ کی شدت پسندی ہے، جس سے پاکستان کی سلامتی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ عالمی حالات کے تناظر میں جب کہ دشمن چاروں طرف سے پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے، حکومت اور اپوزیشن دونوں ملک پر رحم کریں۔ حکومت کو بھی چاہیے کہ اپنی انا اور ضد کو چھوڑ کر مذاکرات کے راستے کو اختیار کرے۔ تمام اسٹیک ہولڈرز مل کر ملک کی بہتری کے لیے اقدامات اٹھائیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

یمن پر جنگ نے تیسری مرتبہ مسلم عوام کو بے وطنی پر مجبور کر دیا۔ 20 لاکھ یمنی نکل کر مارب کے صحرا میں ٹینٹوں میں جا بسے ہیں۔ ون کی تپش، رات ٹھنڈی، مٹی و حول، ضروریات زندگی حد درجہ محدود۔ تیسری مرتبہ کی بے وطنی تکلیف دہ کہانی ہے، دنیا میں آج کے مسلمانوں کا مقدر ٹینٹوں میں بچوں کے سکول۔ اس وقت دنیا میں اہم تجارتی آبی گزرگاہوں کی جھلکائے، دونوں ایران کے بالواسطہ بلاواسطہ تابع آچکی ہیں۔ سعودی 1200 کلومیٹر کی پائپ لائن کا اڑنا عراقی طیشیا کے ہاتھوں ہو چکا۔ جنگ کا یہ پھیلاؤ ایک طرف یمن میں حوثی، پور مشرق وسطیٰ، عراق، ایران، لبنان، اسرائیل سب طرف ہے۔ امریکہ سعودی عرب کی مدد کے لیے حوثیوں پر حملے کو تیار نہیں۔ جو سعودی معیشت پر اثر انداز ہے اب۔ سفارت کاری ست پڑ چکی۔

اس دوران پاکستان کے داخلی مسائل عروج پر ہیں۔ ملک کنٹینرستان بنا رہتا ہے۔ مظاہروں پر عوام کمر بستہ ہیں۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔ اپنے اخراجات حکومت کنٹرول کرنے میں بقدر شک لہلہ ہی اقدام کرتی ہے۔ سادگی اپنانے، غیر پیداواری اخراجات روکنے، پابندی لگانے کا امکان نہیں۔ ایک بچہ بچانے پر نرس کو ایک کروڑ روپیہ عوام کی جیبوں سے دیا گیا۔ حکمران اپنی پھٹنے کو آئی ٹھنسی جیبوں اور ملکوں ملکوں رکھے بینک اکاؤنٹ سے ادا کیوں نہیں کرتی ایسے انعامات؟ جل جانے والے معصوم بچوں کی دیت حکمرانوں کے ذمے ہے۔

جان بلب مہنگائی کے مارے اگر خاتون پنجاب کی خاندانی شادیاں عوام کی نگاہ سے چھپانی جائیں تو کیا بہتر نہیں؟ نظر گننے کے اندیشے الگ۔ مغل اعظم پشاوروں، ہیرے جواہرات کی نمائش اور تذکرے، ماں، بیو، بیٹی کی تصاویر، ویڈیوز، تھیل میں نالہ لٹی کے کچرے بھرے سیلابوں سے بحال ہوتے ناک سڑ سڑاتے، برہنہ پا، میلے کپلے، فاقوں سے پٹے پیٹ لیے ڈوبتے ابھرتے بچے بڑے۔؟ ایک طرف خوشحال پاکستان کی جھلک، دوسری طرف غربت کی انتہا، بے روزگاری، کچی آبادیوں میں کیڑے مکوڑوں سی زندگی! نوجوان چوری، ڈاکو، منشیات کی نظر! موٹر سائیکل پٹرول کو ترستے بمشکل تمام خیراتی چکنج پر سکھ کا سانس اور ٹھنڈی آہیں بھرتے (باقی اخراجات کے مارے) یہ بے رحمی اور شان بے نیازی زیبا نہیں۔

چراغ علم و تربیت اور جماعت اسلامی کے سینئر رہنما حافظ محمد ادریس انتقال کر گئے

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حافظ محمد ادریس کی شخصیت کثیر الجہات تھی۔ وہ ایک با اصول سیاست دان، ناظم اعلیٰ، شفیق استاد اور بہترین مصنف تھے۔ انہوں نے نہ صرف قرآن، حدیث اور سیرت طیبہ جیسے اہم موضوعات پر درجنوں کتب تصنیف کیں بلکہ اپنے فکری خطبات کے ذریعے لاکھوں نوجوانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارا۔ حافظ صاحب نے اپنی زندگی اقامت دین، اسلامی تحریک اور امت کی رہنمائی کے لیے وقف کیے رکھی۔ اللہ تعالیٰ حافظ محمد ادریس کی مغفرت فرمائے۔ ان کی دینی و تحریکی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔ ان کے تمام لواحقین اور جماعت اسلامی کے رفقاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہٗ وَاَدْخِلْہٗ فِی رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہٗ حِسَابًا یَّسِیْرًا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا مؤثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ سورۃ الانبیاء 21:30 الحمد للہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی جامع مسجد عائشہ صدیقہ، سمارٹ ٹاؤن لاہور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دو بارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے، جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیر زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ/250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسط بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

وضو سے استعمال شدہ پانی (ماء مستعمل) بے غمس نہیں ہے۔ مسجد عائشہ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی ضائع کرنے کے بجائے مناسب صفائی و فلٹریشن کے بعد ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً **ساڑھے تین لاکھ لیٹر** پانی ہر سال زیر زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

فکر آخرت، پانی کی نعمت اور ہماری ذمہ داری

اللہ رب العزت سورہ مریم آیت نمبر 95 میں فرماتے ہیں وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکٹھا آنے والا ہے۔ دنیا میں ہم پر رب کی بے شمار نعمتیں ہیں یوم حساب رب کی نعمتوں کا حساب دینا بڑے گانہمی میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی بھی ہمارے پاس رب کی لمانت ہے اس کا بھی حساب ہمیں اپنے اللہ کو دینا ہے۔ پاکستان کی کھلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ/250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً **ساڑھے تین ارب لیٹر** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر دینی مدارس، اسکول و کالج، یونیورسٹیوں، تہذیبی مراکز، شاہک، بازار، فیکٹریوں، نجی و سرکاری عمارتوں، اور گھروں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جاسکتا ہے۔ آئیے ہم سے ہر شخص کم از کم ایک مسجد میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش اور مددہ کرے۔

پانی بچائیے، زمین کو زندہ رکھیے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنائیے

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500

پنجاب چیریٹی کمیशन گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB848541301934400 نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہ، سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور

© baitullah.foundation11@gmail.com

☎ 0317 4630894

مطالعہ کے رجحان میں کمی، چند وجوہات اور تجاویز

ڈاکٹر امتیاز احمد نائب اعلیٰ تعلیم پاکستان

بے خوابی اور نیند کے اوقات میں بے ترتیبی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

(iv) کمر درد: بچے جتنا زیادہ ٹی وی دیکھتے ہیں، ان کا نچلی کمر کے درد کا خطرہ اتنا زیادہ ہوتا ہے۔

علم مشق سے حاصل ہوتا ہے، ٹی وی یا کمپیوٹر سے نہیں:

علم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ انسان سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ کام مشینیں کرنے سے قاصر ہیں۔ مشینوں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں، علم نہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا تھا: (لَيْسَ الْعِلْمُ كَثُوثُ الْوِثَاقِ وَالْإِتَابِ وَلَكِنَّ الْعِلْمَ نُورٌ قَدْ فَهُ اللَّهُ فِي قَلْبِ الْيُؤْمِنِ) ”علم صرف معلومات کی کثرت نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈالتا ہے۔“

(4) مطالعہ کی اہمیت کے حوالے سے چند مشاہیر کے اقوال و احوال

(i): امام غزالیؒ کو کتابوں سے اتنی محبت تھی کہ موت کے وقت صحیح بخاری ان کے سینے پر رکھی ہوئی تھی۔

(ii): اس طرح مصر حاضر کے محدث شیخ ناصر الدین البانی کے مطالعہ کے کمرے میں چاروں طرف کتب احادیث بکھری پڑی ہوتیں۔

(iii): امام نوویؒ کا بچپن میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ان کے ہم عمر بچے انہیں اپنے ساتھ کھیل کے لیے زبردستی بلارہے تھے اور امام صاحب ہاتھ میں کتاب پکڑے ان بچوں سے جان چھڑانے کے لیے بار بار کہہ رہے تھے: (مَا خُلِقْتُ لِهَذَا) ”مجھے اللہ نے اس کام (کھیل کود) کے لیے پیدا نہیں کیا۔“

(iv): حدیث کے امام مسلمؒ ایک مرتبہ اپنی کتابیں پڑھنے میں اتنے غرق تھے کہ انہوں نے سمجھوڑوں کا پورا ٹوکرو کھا لیا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

(v): مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا: ”میں کتابوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر میرا بس چلے تو میں اپنی قبر میں بھی اینٹوں کی جگہ کتابیں چنوا دوں۔“

(vi): مصر حاضر کے محقق ڈاکٹر حمید اللہ کے گھر میں یہ عالم تھا کہ فرانس میں ان کی قیام گاہ میں نہ صرف ڈرائنگ روم اور بیڈ روم بلکہ کچن میں بھی ہر طرف کتابیں کھلی پڑھی ہوئی تھیں۔

(vii): امریکی محقق خاتون میری ون (Marie Winn) کہتی ہیں: ”مطالعہ انسان پر حاوی ہو جاتا ہے لیکن اسے چنانچہ نہیں کرتا یا انسانی ذمہ داریوں سے دور نہیں ہکا۔ کتابیں انسان کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔ جبکہ TV یا کمپیوٹر انسان کو کنٹرول کرتا ہے۔“

(ii): مطالعہ کا ایک مقررہ وقت طے کریں تاکہ عادت مضبوط ہو۔

(iii): دلچسپی کی کتابوں سے آغاز کریں۔ اگر ابتدا ہی مشکل کتابوں سے کریں گے تو جلد اکتا جائیں گے۔

(iv): دوران مطالعہ ٹنوس بنائیں۔ اہم باتیں لکھنے یا نشان لگانے سے یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

(v): جو پڑھیں کسی دوست یا گھر والوں سے اس کا خلاصہ بیان کریں۔

(vi): مطالعہ کے شوقین لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ عادتیں صحبت سے منتقل ہوتی ہیں۔

(vii): علم نافع اور مطالعہ کی توفیق بھی اللہ کی نعمت ہے۔ یہ نعمت دعاؤں میں اللہ سے مانگتے رہیں۔

(3) سوشل میڈیا / ٹی وی کے نقصانات:

مضمون کے آغاز میں یہ بات آئی تھی کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنی مطالعاتی ضرورت سوشل میڈیا کے ذریعے پورا کرتی ہے اور اسی پر مطمئن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام الیکٹرانک مصنوعات کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض کے نقصانات کی فہرست ان کے فوائد سے کہیں زیادہ ہے۔ PTA اور اسپاک (انٹرنیٹ سروس پرووائڈر راز ایسوسی ایشن آف پاکستان) کے تعاون پر مبنی حالیہ دنیا کے مطابق پاکستان میں اس وقت مجموعی طور پر براڈ بینڈ انٹرنیٹ صارفین کی تعداد 16 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ جن میں سے بیشتر لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ جنسی پیغامات اور فحش ویب سائٹس دیکھنا ہے۔

ٹی وی اور کمپیوٹر کے چند مزید طبی نقصانات درج ذیل ہیں:

(i) مونا پا: امریکن اکیڈمی آف پیڈیاٹرکس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں مونا پے کی ایک وجہ ٹی وی دیکھنا ہے۔

(ii) ذیابیطس (diabetes): پوری دنیا میں ذیابیطس کا مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ایک میڈیکل تحقیق کی رپورٹ کے مطابق ذیابیطس کی بڑھتی ہوئی شرح کی ایک اہم وجہ بڑھتا ہوا وزن اور اس کی وجہ ہر وقت ٹی وی اور کمپیوٹر سکرین کے سامنے بیٹھ رہنا ہے۔

(iii) نیند کی خرابیاں: TV / موبائل زیادہ دیکھنے سے

گزشتہ چند سالوں سے، بالخصوص جب سے سوشل میڈیا کا غلبہ ہوا ہے، مطالعہ کے رجحان میں تدریجاً نمایاں کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنی مطالعاتی ضرورت سوشل میڈیا کے ذریعے پورا کرتی ہے اور اسی پر مطمئن بھی ہے۔ ایک طرف کتاب کی اہمیت اور فوائد مسلم ہیں جب کہ دوسری جانب سوشل میڈیا کا اپنا ایک فیسول ہے جس میں بچے، جوان اور بوڑھے سبھی جکڑے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں صورت حال کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس کی روشنی میں چند حقائق کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید براں بہتری کے لیے چند تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

(1) مطالعہ کی اہمیت اور فوائد:

اسلام نے علم حاصل کرنے اور غور و فکر کی بہت ترغیب دی ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی ہی (اقْرَأْ) (پڑھو) سے شروع ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں علم اور مطالعہ کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن میں اہل جہنم کی زبان سے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملک) ”کاش ہم نے سنا ہوتا اور عقل سے کام لیا ہوتا تو ہم اہل جہنم میں سے نہ ہوتے۔“

جو قومیں مطالعے کو اپنا معمول بناتی ہیں۔ وہی علم تحقیق اور ترقی میں آگے بڑھتی ہیں۔ مطالعہ انسان کی شخصیت کو نکھارتا، علم میں اضافہ کرتا اور سوچ کو وسعت دیتا ہے۔ باقاعدگی سے مطالعہ کرنے والے شخص کے علم، فہم اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مطالعہ انسان کو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتا ہے اور وقت کا بہترین استعمال بھی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا قول ہے: ”جو شخص علم کے بغیر عمل کرے، وہ جتنی اصلاح کرتا ہے اس سے زیادہ فساد کرتا ہے۔“

(2) مطالعہ کی عادت کیسے پیدا کی جائے:

مطالعے کی عادت ایک دو دن میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ چھوٹے چھوٹے مستقل اقدامات سے پیدا ہوتی ہے۔ چند آزمودہ طریقے درج ذیل ہیں:

(i): روزانہ صرف 10-15 منٹ سے آغاز کریں۔ پھر بتدریج مطالعے کے دورانیہ کو بڑھا سکیں

(viii) ایک مغربی ماہر تعلیم نے والدین کو درج ذیل نصیحت کی:

”مستقبل کے کتابیں پڑھنے والے بچوں کو ان کے ماں باپ تیار کرتے ہیں جو ان بچوں کو ان کے ایام طفولیت میں کتابیں پڑھ کر سنا رہے ہوں ان کے خاموش اوقات میں اور رات کو بچوں کے بستر کے سر ہانے بیٹھ کر۔ جب ہی کتاب بچوں کی زندگی کا حصہ بنتی ہے۔“

(5) حاصل کام یہ ہے کہ فی وی اور سوشل میڈیا کا استعمال بتدریج کم اور مطالعہ کتب کے رجحان میں اضافہ کا طرز عمل شعوری طور پر اختیار کیا جائے یہ بات اصول کے طور پر پلے باندھ لینی چاہیے کہ بالخصوص قرآن کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنایا جائے ہمارے مسائل کا حل قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿صَافَرُ ظَلَمْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: 38)

”ہم نے اس کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔“

بالخصوص جو جوانوں کو اپنے دوستوں کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ فرمائی ہے۔ ((الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ)) (ترمذی، ابوداؤد)

”انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہذا ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے شخص کو دوست بنا رہا ہے۔“

درج بالا اصولوں اور تجاویز کی روشنی میں اگر مطالعہ کی عادت مضبوط ہوگئی تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں جن کا تعلق مطالعہ سے ہے، پوری کرنا آپ کے لیے کس قدر آسان ہو گیا ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ عارف والا میں رہائشی پذیر آرائیں فیملی سے تعلق، رفیق تنظیم، عمر 36 سال، ذاتی کاروبار، اہلیہ کا انتقال ہو چکا ہے، 4 بچے ہیں، کے لیے کوارٹی، بیوہ، یا مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-7457022

☆ انجینئر ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ڈی فارم، آن لائن جاب، قد 5'6" کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0320-0819621

اشہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

ملیہ اقامت دین کی ہندو ٹیبلہ کا خدی خواں

تفصیلاً سہ ماہی کی انتہائی دعوت کا ترجمان

یشاق

ڈاکٹر اسرار احمد

مشمولات

شمارہ اکتوبر 2028
جمادی الاولیٰ 1448ھ

☆ حرج و مرج (محرور):	اقوام متحدہ کے بعد کیا؟	☆ رضا الحق
☆ (لوٹھی سرگز):	حقیقت نفاق	☆ ڈاکٹر اسرار احمد
☆ (ورس فریڈ):	سُورَةُ الْبَقَرَةِ (۱۳)	☆ ڈاکٹر اسرار احمد
☆ منہر و معرک:	روح کا سفر اور حالات برزخ	☆ شجاع الدین شیخ
☆ غزوت (محرور):	مشرق وسطیٰ کی پچھلی جنگ اور ہمارے مسائل	☆ ایوب بیگ مرزا
☆ (ابن کبیر مصلح):	یشاق مکہ سے یشاق اُمت تک	☆ ڈاکٹر ضمیر اختر خان
☆ (محمود و عمر و حسن):	احیائی تحریکیں اور قیادت کا امتحان	☆ ڈاکٹر فواد لوہانی
☆ حسن معاصرین:	حسن اخلاق کے ثمرات	☆ احمد علی محمودی
☆ (نور محمد و موصوف):	ندامت کے آنسو: خطا کار کا قیمتی سرمایہ	☆ حافظ محمد اسد
☆ (محمود و کفر):	بچے: اقتدار سے زیادہ اہم!	☆ خالد نجیب خان
☆ (نور محمد و کفر):	قدیم انگلینڈ میں بیویوں کی خرید و فروخت	☆ رضی الدین سید

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 80 روپے ☆ سالانہ رقعہ (دس نمبر): 800 روپے

{ مکتبہ المدینہ }
K-38، اولیٰ سٹریٹ، لاہور 3-3589501 (042)
maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

گوشہ انسداد سود

پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ (لازم مستقبل کے امکانات)

(گزشتہ سے پیوستہ) **ضمیمہ (III)**

ایں خیال است و محال است و جنوں!

9 ذوالحجہ 10 ہجری کے خطبہ بختہ الوداع میں بیان کردہ دو امور ایسے ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے التزام اور اہمیت کے اعتبار سے تقریباً ایک جیسا اسلوب بیان اختیار فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک معاملہ دور جاہلیت کے مقدمہ ہائے نقل و قصاص کا ہے جبکہ دوسرا معاملہ سود (ربا) اور سودی قرضوں کا ہے۔ چنانچہ ان دو امور کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ دَعَاءَ نَحْمُ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ نَحْتُ قَدَمِي مَوْطُوعٌ، وَ دَعَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْطُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَصْنَعُ مِنْ دَعَائِنَا دَمُ ابْنِ زَيْنَبَةَ بِنِ الْحَارِثِ، وَكَانَ مُسْتَرْجِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلْتَهُ هَذَا، وَرَبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْطُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبَا أَصْنَعُ مِنْ رَبَانَا رِبَا عَثَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْطُوعٌ كُلُّهُ)) (اخرجه مطبوعاً ۱۲۱۸، وابوداؤد ۱۹۰۵، وابن ماجہ ۳۰۶۴، والدارمی ۱۸۵۰)

”تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی روباں مینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ریبہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ (ان ہی ایام میں) قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔“ (جاری ہے)

تکوال: ”انسداد سود کا مقدمہ اور وقایع شرعی عدالت کے 14 سوال“ از حافظ عاقل وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1609 دن گزر چکے!

پاکستان اپنا عالمی کردار برقرار رکھے!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

امکانات پر بھی غور ہونا چاہیے۔ اگر دنیا پاکستان کو ایک ایسے ملک کے طور پر دیکھنے لگی ہے جو مختلف متقارب فریقوں سے بات کر سکتا ہے تو اس سفارتی سرمائے کو نا صرف محفوظ رکھنا ہوگا بلکہ بڑھانا بھی ہوگا۔ ہمیں ہر بحران میں فریق بننے سے زیادہ، مل جلنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوگی۔

یہاں ایک بنیادی بات واضح رہنی چاہیے کہ مسلم دنیا کی قیادت کا مطلب یہ نہیں کہ پاکستان دوسرے مسلم ممالک پر اپنی سیاسی بالادستی قائم کرے یا ان کے قومی مفادات کو اپنے تابع بنانے کی کوشش کرے۔ آج کے دور میں قیادت کا زیادہ موثر مفہوم خدمت، سہولت کاری، اعتماد سازی اور ادارہ سازی ہے۔ پاکستان کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ”ہم مسلم دنیا کے قائد ہیں۔“ بلکہ اسے عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ”ہم مسلم دنیا کے اختلافات میں مل جلنے، مشترکہ مفادات کو آگے بڑھانے اور امت کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے اپنی صلاحیتیں پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔“ یہی طرز قیادت زیادہ قابل قبول بھی ہوگا اور زیادہ پائیدار بھی۔ ان شاء اللہ! آج مسلم دنیا تقریباً 57 ممالک پر مشتمل ہے۔ ان کے سیاسی نظام مختلف ہیں، معاشی ترجیحات مختلف ہیں، جغرافیائی مفادات مختلف ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے سے شدید اختلافات بھی موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان ایک وسیع مشترکہ دائرہ موجود ہے یعنی دین، تاریخ، تہذیب، ثقافت، معاشی مفادات۔ اور سب سے بڑھ کر مشترکہ امن و سلامتی کی ضرورت۔ اس لیے مسلم دنیا کو کسی ایک مرکزی سیاسی ریاست میں تبدیل کرنے کی بحث سے پہلے مشترکہ مفادات کے ایک عملی نظام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ”میتاق امت“ کا تصور معنی خیز ہو سکتا ہے۔ میتاق امت کا مطلب کوئی نئی ریاست یا سپر نیشنل حکومت نہیں، بلکہ مسلم ممالک کے درمیان ایسے Institutional mechanisms کی تشکیل ہو سکتی ہے جن کے ذریعے وہ تنازعات کی روک تھام اور حل؛ مشترکہ سفارتی اقدامات؛ معاشی و تجارتی تعاون؛ دفاعی و سلامتی کے معاملات میں مشاورت؛ تعلیم و تحقیق؛ سائنس و ٹیکنالوجی؛ صحت اور انسانی امداد اور

کردار ادا کرے گا۔ یہ محض ایک تاریخی جملہ نہیں؛ یہ پاکستان کے عالمی کردار کے لیے ایک سمت نما اصول ہے۔ پاکستان نے ایک موقع پیدا کیا ہے اور حالیہ سفارتی پیش رفت کو اسی وسیع تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے امریکا اور ایران کے درمیان مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے میں سہولت کاری کی، رابطوں کے لیے اپنی سفارتی استعداد استعمال کی اور ایک ایسے ماحول کی تشکیل میں کردار ادا کیا جس میں براہ راست یا بالواسطہ مذاکرات ممکن ہو سکیں۔ جون 2026ء میں برجن اسٹاک کے مذاکراتی عمل میں بھی پاکستان نے Facilitator کا کردار جاری رکھا۔ یہاں اصل اہمیت کسی ایک معاہدے یا کسی ایک مذاکراتی دور کی نہیں۔ اصل اہمیت اس اعتماد کی ہے جو پاکستان نے حاصل کیا۔ ایک ایسا ملک جو یک وقت چین، امریکا، ایران، سعودی عرب، ترکیہ، غائبی ممالک اور وسطی ایشیا سے تعلقات رکھتا ہے، اگر اپنی خارجہ پالیسی کو متوازن، فعال اور اصولی انداز میں آگے بڑھائے تو وہ صرف اپنے قومی مفادات کا محافظ نہیں رہتا؛ وہ مختلف متقارب قوتوں کے درمیان مل جلنے کا بھی بن سکتا ہے۔ یہی وہ کردار ہے جسے پاکستان کو اب ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے۔

سفارت کاری کا یہ دروازہ بند نہیں ہونا چاہیے؛ پاکستان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سفارتی اثر و رسوخ ایک بار حاصل ہو جانے کے بعد خود بخود مستقل نہیں رہتا۔ اگر پاکستان نے ایک بحران میں امریکا اور ایران کے درمیان رابطے کا کردار ادا کیا ہے تو اسے مستقبل میں بھی تنازعات کے حل کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔ اگر پاکستان سعودی عرب اور ترکیہ کے ساتھ ایک نئے دفاعی و تزویراتی تعاون میں آگے بڑھا ہے تو اس تعاون کو وسیع تر علاقائی امن اور مسلم دنیا کے باہمی تعاون کی طرف لے جانے کے

دنیا کی سیاست میں بعض لمبے ایسے آتے ہیں جب کسی ملک کے لیے تاریخ اچانک ایک دروازہ کھول دیتی ہے۔ ایسے لمبے ہمیشہ طویل عرصے تک کھلے نہیں رہتے؛ جو قومیں انہیں پہچان لیتی ہیں وہ اپنی حیثیت بدل لیتی ہیں اور جو قومیں داخلی الجھنوں، وقتی مصلحتوں یا باہمی اختلافات میں الجھ کر انہیں گنوا دیتی ہیں، تاریخ انہیں دوبارہ وہی موقع دینے کی پابند نہیں ہوتی۔ پاکستان اس وقت ایسے ہی ایک تاریخی موڑ پر کھڑا ہے۔ حالیہ مہینوں میں مغربی ایشیا کے بحران کے دوران پاکستان نے جس فعال سفارتی کردار کا مظاہرہ کیا، اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام آباد محض کسی بڑے عالمی بحران کا تماشاکی نہیں، بلکہ بعض حالات میں فریقین کے درمیان رابطے، مفاہمت اور مذاکرات کی راہ ہموار کرنے والا اہم مرکز بھی بن سکتا ہے۔ امریکا اور ایران کے درمیان کشیدگی کے تناظر میں پاکستان کی سفارتی سرگرمی نے اسے عالمی توجہ کا مرکز بنایا۔ سوال اب یہ نہیں کہ پاکستان یہ کردار ادا کر سکتا ہے یا نہیں؛ اصل سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اس حاصل شدہ سفارتی وزن کو مستقل عالمی کردار میں تبدیل کر سکے گا؟ اور اس سوال کے پیچھے اس سے بھی بڑا سوال موجود ہے: پاکستان آخر جہاں کیوں تھا؟ پاکستان مسلم دنیا کا محض ایک اور ملک نہیں۔ یہ دنیا کی واحد ریاست ہے جو اپنی تخلیق کے بنیادی سیاسی جواز کے طور پر برعظیم کے مسلمانوں کے جداگانہ دینی، تہذیبی اور سیاسی تشخص کے تصور کے ساتھ وجود میں آئی۔ اس لیے پاکستان کا عالم اسلام سے تعلق محض خارجہ پالیسی کا معاملہ نہیں؛ اس کے وجود کے فکری پس منظر میں ہی مسلم دنیا کے ساتھ ایک وسیع تر تعلق کا تصور موجود ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے 12 اپریل 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ایسا ملک ہوگا جو پورے عالم اسلام کی تقدیر میں اپنا بھرپور

خود را کہ جیسے شعبوں میں عملی تعاون بڑھا سکیں۔

اگر پاکستان واقعی اپنا عالمی کردار برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اسے محض عالمی بحرانوں کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ از خود آگے بڑھتے ہوئے سب سے پہلے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ، سابق سفارت کاروں، دفائی ماہرین، معاشی ماہرین اور دانش وروں پر مشتمل ایک مستقل فورم قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد مسلم ممالک کے درمیان Conflict Prevention and Mediation Mechanism تشکیل دینے کی تجویز پیش کی جاسکتی ہے، تاکہ کسی بحران کے پھٹ پڑنے کے بعد بیرونی طاقتوں کی طرف دیکھنے کے بجائے مسلم ممالک کے پاس اپنا ابتدائی Mediation Mechanism موجود ہو۔ اسی طرح تجارت، سرمایہ کاری، توانائی، بندرگاہوں، ریل، سڑکوں، ڈیجیٹل connectivity اور food security کے مشترکہ منصوبوں کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ اور پھر نوجوان نسل کے لیے ایک Muslim World Knowledge Network تشکیل دیا جاسکتا ہے، جس میں یونیورسٹیز ریسرچ سینٹرز اسکالرشپس مصنوعی ذہانت جیسے شعبوں میں مشترکہ منصوبے شروع کیے جائیں۔ اس طرح ”امت“ کا تصور صرف تقریروں میں نہیں بلکہ اداروں، معیشت، علم، سفارت کاری اور انسانی تعاون میں نظر آنا شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ!

یہاں 7 اگست 2026ء کو مکہ مکرمہ میں پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان ہونے والا مشترکہ دفائی معاہدہ ایک اہم پس منظر فراہم کرتا ہے۔ اسے صرف تین ممالک کے دفائی تعاون تک محدود دیکھنے کے بجائے اس سوال کے تناظر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ کیا مسلم ممالک اپنے باہمی اختلافات کے باوجود مشترکہ مفادات کے محدود مگر قابل عمل دائروں میں تعاون کا آغاز کر سکتے ہیں؟ اگر تین ممالک دفاع، امن اور ترقیاتی مشاورت کے کسی فریم ورک پر آگے بڑھ سکتے ہیں تو مستقبل میں اسی طرز کے تعاون کو دوسرے شعبوں تک پھیلانے کی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک اصول بنیادی ہوگا کہ ”توسیع تدریجی ہو، ادارہ جاتی ہو اور رضا کارانہ ہو۔“ مسلم دنیا کو ایک ہی دن میں متحد کرنے کی کوشش شاید عملی نہ ہو، لیکن مشترکہ مفادات کے ذریعے بتدریج قریب لانے کا عمل شروع کیا جاسکتا

ہے۔ یہی میثاق مکہ سے میثاق امت تک سفر ہو سکتا ہے۔

ایک ملک جو اپنے سیاسی اختلافات، معاشی مشکلات، حکمرانی کے مسائل، ادارہ جاتی عدم تسلسل اور داخلی انتشار پر قابو نہ پاسکے، وہ طویل مدت تک عالمی سطح پر موثر کردار ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے پاکستان کی خارجی طاقت کا پہلا سرچشمہ اس کی داخلی مضبوطی ہے۔ مضبوط معیشت، مستحکم ادارے، قانون کی بالادستی، سیاسی تسلسل، معیاری تعلیم اور قومی یکجہتی یہ سب پاکستان کی سفارتی طاقت کے اجزاء ہیں۔ پاکستان کو دنیا سے یہ کہنا ہوگا کہ ہم امن کے داعی ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں اپنے گھر کو بھی مضبوط بنانا ہوگا۔ ہمارے نزدیک تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے عادلانہ نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔ مگر ہمارے ”ارباب حل و عقد“ فی الحال ہماری بات نہیں مان رہے ہیں۔ اس لیے ہم بھی فی الحال دیوبی حل ہی پیش کر رہے ہیں۔

پاکستان کا جغرافیہ اسے ایک منفرد موقع فراہم کرتا ہے۔ ایک طرف چین اور وسطی ایشیا، دوسری طرف ایران اور فلج، ایک جانب جنوبی ایشیا اور دوسری طرف مغربی ایشیا۔ پاکستان ان تمام خطوں کے درمیان ایک قدرتی رابطہ ہے۔ لہذا ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی تصور Alignment سے زیادہ Connectivity ہونا چاہیے۔ ہمیں دنیا کو تقسیم کرنے والی صفوں میں اپنی جگہ تلاش کرنے کے بجائے مختلف صفوں کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ چین سے دوستی ہو، امریکا سے تعلق ہو، ایران سے ہمسائیگی ہو، سعودی عرب سے برادرانہ رشتہ ہو، ترکیہ سے تاریخی قربت ہو یا وسطی ایشیا سے معاشی امکانات پاکستان کے لیے کسی ایک تعلق کو دوسرے تعلق کی قیمت پر دیکھنا ضروری نہیں۔ پاکستان کی اصل سفارتی طاقت شاید یہی ہے کہ وہ مختلف دنیاؤں کے درمیان پل بن سکتا ہے۔

حالیہ سفارت کاری سے پاکستان نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب سیاسی قیادت، ریاستی ادارے اور سفارتی مشینری ایک واضح مقصد کے ساتھ متحرک ہوں تو پاکستان عالمی سطح پر اپنا وزن محسوس کر سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تجربے کو شخصیات یا وقتی حالات کے ساتھ وابستہ رکھنے کے بجائے ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا جائے۔ ایک مستقل قومی سفارتی حکمت عملی ہو۔ ایک

مستقل مسلم ورلڈ انگریجمنٹ پالیسی ہو۔ ایک ادارہ جاتی مصالحتی نظام ہو۔ اور مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کو محض دو طرفہ سفارت کاری کے بجائے مسلم ممالک کا اجتماعی تعاون کے وسیع تر تصور سے جوڑا جائے۔ پاکستان کو اپنے عالمی کردار کا تعین دوسروں کی طرف سے دی گئی جگہ کے مطابق نہیں، بلکہ اپنی تاریخی، جغرافیائی اور تہذیبی صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے خود کرنا ہوگا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں ”میثاق مکہ سے میثاق امت“ کا تصور اپنی حقیقی معنویت اختیار کرتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں تین مسلم ممالک کے درمیان تعاون سے آغاز ہو سکتا ہے۔ اسلام آباد اس تعاون کو فکری اور سفارتی سطح پر آگے بڑھانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ پھر ریاض، انقرہ، تہران، دوحہ، جکارتہ، کوالالمپور، قاہرہ اور دیگر مسلم دارالحکومتوں کے دروازے کھٹکھٹائے جاسکتے ہیں۔ ایک کانفرنس، پھر ایک مکالماتی فورم، پھر مشترکہ ورکنگ گروپس، پھر مخصوص شعبوں میں معاہدے، پھر مشترکہ ادارے اور بالآخر ایک ایسا میثاق امت جس میں مسلم دنیا ایک دوسرے پر نچے کے لیے نہیں بلکہ امن، عدل، تعاون اور مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لیے متحد ہو۔ اسی سے ”ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے“ علامہ اقبال کی آرزو پوری ہوگی۔ ان شاء اللہ! یہ سفر آج سے شروع ہو سکتا ہے۔ مکہ سے اسلام آباد تک اور پھر اسلام آباد سے عالم اسلام تک اور بالآخر اسلام آباد سے میثاق امت تک۔ یہ کسی خواب کو محض نعرہ بنانے کا نام نہیں؛ یہ ایک تدریجی سفارتی، سیاسی، معاشی اور فکری منصوبہ ہو سکتا ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ پاکستان اپنی سفارتی کامیابی کو ایک مستقل عالمی کردار میں تبدیل کرے، اپنی تاریخی ذمہ داری کو جدید سفارت کاری کی زبان دے اور مسلم دنیا کے درمیان ایسی پل سازی کا آغاز کرے جس کی منزل ایک متحد سیاسی ریاست نہیں بلکہ ایک باہمی تعاون پر مبنی، پرامن، باوقار اور موثر امت ہو۔ مکہ نے ہمیں میثاق کا تصور دیا تھا؛ اب اسلام آباد کو اسے میثاق امت کی طرف لے جانے کی سفارتی تدبیر سوچنی ہے۔ یہی پاکستان کا عالمی کردار بھی ہو سکتا ہے اور شاید اس کے قیام کے تاریخی وعدے کی ایک نئی تعبیر بھی۔ ان شاء اللہ!



بیوہ خواتین اور معاشرتی ذمہ داریاں

مولانا محمد طارق نعمان

قبل از اسلام بیوہ عورت محرومی کا شکار تھی اسے کوئی عزت حاصل نہ تھی وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد بقیہ زندگی نہایت تکلیف و مصیبت میں بسر کرتی۔ یہودیوں کے یہاں بیوہ عورت اپنے شوہر کے بھائی کی ملکیت ہو جاتی تھی، وہ جس طرح چاہتا اسے رکھتا اور جو چاہتا اس کے ساتھ سلوک کرتا۔ کوئی اس کی وادری نہیں کر سکتا تھا۔

یہ سائی مذہب نے بھی بیوہ عورت کے لیے کوئی مثبت ہدایت نہیں دیں۔ ہندو مذہب میں تو شوہر کی وفات کے بعد بیوہ کو جینے کا حق ہی نہیں تھا اور وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کر سستی کی رسم پورا کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی تھی وہ اگر زندہ بھی رہتی تو پوری زندگی اپنے شوہر کے سوگ میں گزارتی۔ اسے زیب و زینت یا دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ عربوں میں بھی بیوہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شوہر کے وارثوں کی ملکیت میں آ جاتی اور وہ جیسا سلوک چاہتے اس کے ساتھ کرتے۔ اس سے مہر معاف کراتے۔ طرح طرح سے ستاتے۔ اسے اپنی مرضی سے دوسری شادی نہیں کرنے دیتے۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے تو بیوہ کے برے دن اچھے دنوں میں بدل گئے۔ آپؐ نے نہ صرف بیوہ عورت کو معاشرے میں باعزت مقام دلایا۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی بلکہ اپنے عمل سے بیوہ کو وہ شان و عظمت عطا کی جس کا تصور بھی عربوں میں نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں بیوہ سے نکاح کیا۔ خوبصورت سے خوبصورت عورت آپ ﷺ کے پیغام نکاح کو قبول کر سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے چالیس سالہ ادھیر عمر کی بیوہ سے شادی کر کے جاہلانہ رسموں کے خلاف عملی قدم اٹھایا حالانکہ اس عمر میں ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کم سن عورت سے شادی کرے۔

اور پھر آپ ﷺ پچیس سال تک اس طرح ان کے ساتھ شریک حیات رہے کہ اس دوران آپ نے کوئی

دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے جن دس عورتوں: حضرت عائشہ بنت ابی بکر، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ بنت عمر، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت صفیہ بنت جحش، اور حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ بھی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساری بیوہ ہی تھیں۔ اسی طرح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے زمانے کی مختلف بیوہ عورتوں کی فریادری کی اور ان کے شریک حیات بن کر خود ان کو سہارا دیا۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جب غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔

حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زیر کفالت تمام بیوہ عورتوں کے نان نفقہ کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور سوسائٹی و معاشرے میں دوبارہ ان کو عزت و آبرو کے ساتھ داخلے کا موقع دیا اور ان کو سامان و معاشرہ میں اس مہر و عنایت سے شرف فرمایا جس کے سائے سے وہ محروم ہو گئی تھیں۔

کسی عورت کے لیے اس سے زیادہ آزمائش اور مصیبت کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کا شوہر اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے۔ شوہر کی وفات سے بیوی کو صرف جذباتی صدمہ ہی نہیں پہنچتا بلکہ اس کے سامنے مسائل کا ایک ہجوم منڈلانے لگتا ہے۔ کل تک جو شخص اس کی اور اس کے بچوں کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا، اس کے دکھ درد میں شریک ہوتا تھا، ہر آڑے وقت میں اس کا سہارا بنتا تھا، اس کی عزت و عظمت کی حفاظت کرتا تھا، جس کے دیکھتے ہی اس کا دل خوشیوں سے بھر جاتا تھا، جو گھر کی رونق تھا، جو تمام آخرات اور حادثات کے وقت اس کا ثبا

سہارا تھا، اس کے انتقال سے عورت پر جو گزرتی ہے اس کا اندازہ صرف بیوہ ہی لگا سکتی ہے۔

اس مظلوم اور مصیبت زدہ عورت کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیجئے۔ ایک یتیم بچہ جس طرح اپنے باپ کی وفات سے بے سہارا ہو جاتا ہے، اسی طرح بیوہ اپنے شوہر کی وفات سے بے سہارا ہو جاتی ہے۔ دونوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں یکسانیت ہے۔ چنانچہ اسلام نے یتیم کی کفالت کرنے پر جس طرح جنت کی خوشخبری سنائی اور آنحضرت ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ میں اور وہ ان دونوں انگلیوں کی طرح جنت میں ہوں گے۔ اسی طرح بیوہ عورت کے مسائل حل کرنے والے کے سلسلے میں بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اور میں جنت میں دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: بیوہ اور غریب کی خاطر دوڑ دوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔ (بخاری، مسلم، موطا امام مالک)

بیوہ کے حقوق

بیوہ کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شوہر کے ترکہ میں سے اسے مقررہ حق دلایا جائے۔ اگر شوہر نے اولاد چھوڑی ہو تو بیوہ کو ترکہ کا آٹھواں حصہ دلایا جائے اور اگر اولاد نہ چھوڑی ہو تو کل ترکہ کا چوتھائی حصہ دلایا جائے۔ ترکہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تقسیم کیا جائے ورنہ تمام مال حرام ہو جاتا ہے۔ لڑکی، بیوی، ماں، بہن سب کے حصے پورے پورے دیئے جائیں۔ اگر شوہر نے مرنے سے پہلے مہر ادا نہیں کیا ہے تو سب سے پہلے ترکہ میں سے بیوہ کو اس کا مہر دلایا جائے۔ اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کے لیے کوئی وصیت کر گیا ہے تو ترکہ کے ایک تہائی مال تک اس کی وصیت کو پورا کیا جائے۔

بیوہ کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی کفالت کا فوراً اہم کیا جائے۔ اگر اسلامی حکومت ہے تو اس کے اخراجات اور کفالت کی ذمہ دار ہے۔ اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو مسلم معاشرہ اس کے ساتھ حد درجہ ہمدردی کرے۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھے۔ جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کر لیتی۔ اس وقت تک مسلم معاشرہ بہتر انداز سے اس کی کفالت کرے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف گیا۔ وہاں ایک عورت ملی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولی: اے امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اللہ کی قسم ان کے پاس بکری کا ایک پایہ بھی نہیں ہے، جسے وہ پکا سکیں۔ نہ ان کے پاس کھیتی ہے نہ دودھ دینے والا جانور۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں قحط انہیں ہلاک نہ کر دے۔ میں خفاف بن ایما رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تھمر گئے اور آگے نہ بڑھے اور فرمایا: تیرا نسب تو میرے نسب سے ملتا جلتا ہے۔ پھر آپؐ ایک طاقتور اونٹ کی طرف آئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر دو بوریاں رکھیں اور انہیں اناج سے بھر دیا۔ ان کے درمیان نقدی اور کپڑے رکھ دیئے پھر اس کی رسی عورت کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا: اسے لے جاؤ! یہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تمہیں اس سے بہتر عطا کر دے گا۔ ایک آدمی نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ اے امیر المومنین! آپؐ نے اس عورت کو بہت دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تیری ماں تجھے کھوئے اللہ کی قسم! میں نے اس کے باپ اور بھائی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اسے فتح کر لیا۔“ (بخاری)

بیوہ کا تیسرا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد اسے سوگ اور ماتم سے نجات دلائی جائے۔ اس کے رنج و غم کو بھلانے کے لیے بہتر سے بہتر طور طریقے اختیار کئے جائیں۔ جائز حدود میں اسے زیب و زینت اور آرائش و سنگھار کرنے کا حق دیا جائے۔

بیوہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد اس کے نکاح ثانی کا انتظام کیا جائے۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں بیوہ سے نکاح کرنے کو میوہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک اہم سنت ہے جس کی طرف مسلمانوں کو فوری توجہ کرنی چاہیے۔ دواہل میں اسلامی معاشرہ میں بیواؤں سے شادی کرنے کو بڑے اجر کا کام سمجھا جاتا تھا اور اس سے مسلم معاشرہ بہت سے مسائل سے دوچار ہونے سے بچ جاتا تھا۔ کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کرنا عظیم نیکی ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان کو سعادت محسوس کرنا چاہیے۔ خود کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس نیکی و سعادت کو حاصل کیجئے، یا اس کا نکاح کسی مناسب شخص سے کر کے حکم خداوندی کی تعمیل کیجئے،

یا اس سلسلے میں جو بھی خدمت انجام دے سکتے ہوں اسے ضرور انجام دیجئے۔ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ (النور: 32) اور نکاح کرو یا کرو بیواؤں کا اپنے میں سے۔“

وانکحو الایامی منکم (النور: 23) اپنی بیوہ عورتوں اور رند وے مردوں کے نکاح کر دو۔

بیوہ کا پانچواں حق یہ ہے کہ وہ اپنا نکاح کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے۔ اس کے میکے یا سرال کے لوگ اسے نکاح کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ہاں اسے مشورہ ضرور دے سکتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں پوری طرح آزاد ہے کہ کس سے نکاح کرے اور کس سے نکاح نہ کرے۔ جن علماء کے نزدیک کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے ان کے نزدیک بھی بیوہ کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ بیوہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے نکاح کے سلسلے میں مکمل خود مختار ہے۔

اگر بیوہ عورت ننھے ننھے بچے رکھتی ہے اور وہ ان کی پرورش کی خاطر کوئی دوسرا نکاح نہیں کرتی اور یہ سمجھتی ہے کہ دوسرا نکاح کرنے سے ان بچوں کی پرورش متاثر ہوگی اور وہ ان بچوں کی پرورش کے لیے محنت کرتی ہے تو یہ

بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیوہ کی عظمت ایک واقعہ کی صورت میں یوں بیان فرمائی: قیامت کے دن میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا تو دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں جانا چاہتی ہے۔ میں پوچھوں گا تو کون ہے؟ تو وہ کہے گی کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں جس کے چند ننھے یتیم بچے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ بحوالہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سید سلیمان ندوی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں اور وہ عورت جو اپنے بچوں کے لیے محنت و مشقت کی وجہ سے کالی پڑ جائے، جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے، وہ حسن و جمال اور عزت و جاہ والی عورت جو شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ ہو جائے لیکن اپنے ننھے ننھے یتیم بچوں کی خاطر اپنے کورو کے کھے یہاں تک کہ وہ اس سے الگ ہو جائیں یا وفاقت پا جائیں۔ (ابوداؤد شریف)

قارئین کرام! ہمیں چاہیے کہ ہم ان حقوق کی پاسداری کریں، بیوہ اور یتیم بچوں کی دادری کو اپنا فریضہ سمجھیں، اللہ پاک امت مسلمہ کو قرآن و سنت کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(17 تا 23 ستمبر 2026ء)

جمعرات 17 ستمبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر میں ایک رفق تنظیم سے ملاقات ہوئی۔

شعبہ مالیات کے اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر میں شعبہ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔

جمعہ المبارک 18 ستمبر: دن میں "Superior University" میں

"Rising Above the Noise Rediscovering Real Purpose", Excellence and Responsibility.

کے موضوع پر خطاب کیا اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر میں شعبہ مع و بصر اور سوشل میڈیا کے اجلاس کی صدارت کی اور بعد ازاں پروگرام "امیر سے ملاقات" کی ریکارڈنگ کرائی۔ نماز عشاء سے قبل شعبہ زکوٰۃ و انگریزی کے اجلاس کی صدارت کی۔

ہفتہ 19 ستمبر: دن میں توسیعی عاملہ، سہ پہر میں "دین حق ٹرسٹ" اور شام میں مرکزی شوری کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

اتوار 20 ستمبر: دن، سہ پہر اور شام میں مرکزی شوری کے اجلاس کی صدارت کی۔

پیر 21 ستمبر: دن میں توسیعی عاملہ اور بعد ازاں مرکزی تربیتی کمیٹی کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ شام میں کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ 23 ستمبر: بعد نماز ظہر مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں دیرینہ و بزرگ ساتھی جناب شاہد حسن صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیئے۔ منتقد قرآنی نصاب کے حوالہ سے مختلف ذمہ دار یاں ادا کیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت اور عیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔

توکل کی حقیقت

حسب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

ملنے اور اوپر سے رہتے ٹوٹتے ہوئے دیکھے تو اس کے پاس وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا لیکن اس نے اپنے حواس قائم رکھے۔ اس نے سوچا کہ اگر اس نے ہمت ہار دی یا صرف فہمی مدد کا انتظار کرتا رہا تو نہ صرف وہ خود مارا جائے گا بلکہ پورا گاؤں بھی پیاس سے ختم ہو جائے گا۔ توکل کا اصل مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاتا، بلکہ یہ تھا کہ وہ اپنی پوری عقل اور طاقت لگا کر اس تالے کو کھولنے کی آخری کوشش کرے اور پھر نتیجے کو اللہ پر چھوڑ دے۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ سے مدد کی دعا کی اور اپنے دائیں ہاتھ کی چھینی کو تالے کے میکانزم کے باریک پن میں پھنسا یا اور اپنی پوری طاقت سے اسے ایک مخصوص زاویے پر ٹھمایا۔ اس نے اپنی زندگی میں پڑھے ہوئے مسکینین کی توامین کو یاد کیا اور اندرونی منت بولتے کی ترتیب کو ذہن میں لاتے ہوئے ایک کے بعد ایک ہند سے کویت کرنا شروع کیا۔

ری کا آخری دھاگا ٹوٹنے ہی والا تھا کہ ایک زوردار کلک کی آواز آئی اور وہ بھاری تالا کھل کر نیچے گر گیا۔ ہاشم نے بغیر ایک سیکنڈ ضائع کیے اس لوہے کی پلیٹ کو اٹھانے کے لیے اپنا تمام تر زور لگا دیا۔ جیسے ہی وہ وزنی پلیٹ سائیڈ پر ہوئی، نیچے قید پانی کا شدید دباؤ ایک فوارے کی صورت میں اوپر کی طرف لپکا۔ پانی کا بہاؤ اتنا تیز اور شدید تھا کہ اس نے ہاشم کو دھکیل کر اوپر کی طرف پھینک دیا۔ اسی لمحے اوپر سے کئی ہوئی ری نیچے آ گری لیکن پانی کے اتنے بڑے سیلاب کی وجہ سے ہاشم کنویں کی سطح کے ساتھ ساتھ تیزی سے اوپر آنے لگا۔

گاؤں کے لوگ جو رات کے اس پہر شور اور پانی کی گرج سن کر جمع ہو چکے تھے، انہوں نے دیکھا کہ کنویں سے شفا بخش اور شفاف پانی کا ایک عظیم فوارہ باہر نکل رہا ہے اور اس پانی کے ساتھ ہاشم بھی صحیح سلامت باہر آ گیا ہے۔ سب نے مل کر سبحان اللہ کہا۔ زمان جو ہاتھ میں کئی ہوئی ری اور چھری لیے کنویں کے پاس کھڑا تھا، اس کا سارا جھوٹ اور فریب بستی والوں کے سامنے بے نقاب ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ کس طرح ہاشم کی تدبیر، عقل، محنت اور سچے توکل نے ان کی نسلوں کو پیاس سے بچا لیا تھا، جبکہ زمان کا نام نہ تو توکل صرف ایک دھوکہ تھا جو انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس رات پورے گاؤں نے سیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا توکل نہیں بلکہ کاہلی ہے، اور حقیقی توکل اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے بعد اللہ کے کرم پر یقین رکھنا ہے۔

بلکہ ایک بہت بڑی اور قدیم لوہے کی پلیٹ تھی جس نے نیچے سے آنے والے پانی کا راستہ مکمل طور پر روک رکھا تھا۔ اس پلیٹ پر ایک رنگ آلود اور بھاری بھر کم تالا لگا ہوا تھا اور اس تالے پر کوئی عجیب و غریب تحریر کندہ تھی۔ ہاشم کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ خشک سالی فطری نہیں تھی بلکہ کسی نے جان بوجھ کر اس پانی کے راستے کو بند کیا تھا تاکہ پوری بستی کو پیاسا مارا جاسکے۔ اس نے اپنے قبیلے سے چھینی اور ہتھوڑا نکالا اور اس تالے کو توڑنے کی کوشش کی، لیکن دھات اتنی سخت تھی کہ اوزاروں کے ٹکرانے سے صرف چنگاریاں نکلتی تھیں اور تالے پر ایک خراش بھی نہیں آتی تھی۔

اسی اثنا میں اوپر سے ایک وزنی پتھر نیچے آ کر اچھوٹا ہاشم کے بالکل قریب سے گزرتا ہوا چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ ہاشم نے چونک کر اوپر دیکھا تو اُسے کنویں کے دہانے پر ایک پراسرار سایا نظر آیا۔ وہ سایا کسی اور کا نہیں بلکہ زمان کا تھا جو ہاتھ میں نکلری کی ایک بھاری لاٹھی لیے نیچے جھانک رہا تھا۔ زمان نے نیچے کی طرف چلاتے ہوئے کہا کہ ہاشم کو فوراً باہر آ جانا چاہیے کیونکہ وہ اللہ کے نظام میں مداخلت کر رہا ہے اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ لیکن ہاشم نے نیچے لگی اس ٹھیل کی آواز سن لی تھی جو اس لوہے کی پلیٹ کے بالکل نیچے قید تھی۔ اس نے زمان کی باتوں پر دھیان دینے کے بجائے اس تالے کی ساخت کا باریک بینی سے جائزہ لینا شروع کیا۔ اس نے دیکھا کہ تالے کے سائیڈ پر ایک چھوٹا سا روٹیلنگ میکانزم بنا ہوا تھا جس پر کچھ اعداد لکھے تھے۔ یہ کوئی عام تالا نہیں تھا بلکہ ایک پیچیدہ ہندوستانی ساختہ تالا تھا جو صرف ایک مخصوص کوڈ یا چابی سے کھل سکتا تھا۔ ہاشم کو اب سمجھ آنے لگا تھا کہ زمان کیوں لوگوں کو اس کنویں کے قریب آنے سے روکتا تھا اور کیوں وہ ہر وقت توکل کے غلط مفہوم کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو محنت اور تحقیق سے دور رکھتا تھا۔

زمان نے اوپر سے ری کو کاٹنا شروع کر دیا تاکہ ہاشم ہمیشہ کے لیے اس اندھیرے کنویں میں دفن ہو جائے اور اس کا راز کبھی باہر نہ آ سکے۔ ہاشم نے ری کو تیزی سے

رات کی تاریکی گاؤں پر سائے کی طرح پھیل چکی تھی اور بستی کے واحد پرانے کنویں کے پاس جلتا ہوا چراغ تیز ہوا کے تھپڑوں سے بجھنے کے قریب تھا۔ ہاشم نے اپنے وزنی اوزاروں کا تھیلا زمین پر رکھا اور کنویں کی گہرائی میں جھانک کر دیکھا جہاں صرف گہرا اندھیرا اور ایک پراسرار خاموشی تھی۔ پچھلے تین مہینوں سے گاؤں کے تمام کنویں خشک ہو چکے تھے، فصلیں سوکھ رہی تھیں اور لوگ ہجرت کرنے پر مجبور تھے، لیکن صرف یہی ایک کنواں تھا جس کی تہ سے رات کے آخری پہر پانی کی مدہم آواز سنائی دیتی تھی۔ ہاشم اس گاؤں کا سب سے ماہر اور مہنتی انجینئر تھا جو دن رات اس پانی کو اوپر لانے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ پانی کسی بندش یا چٹان کی وجہ سے رکا ہوا ہے اور اگر جدید ٹیکنالوجی اور صحیح تدبیر استعمال کی جائے تو پورا گاؤں دوبارہ شاداب ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف گاؤں کا بااثر اور بوڑھا رہنما زمان تھا جو لوگوں کو کام کرنے سے روکتا تھا۔ زمان کا دعویٰ تھا کہ یہ خشک سالی غیب کی طرف سے ایک امتحان ہے اور انسان کو خود کچھ کرنے کے بجائے بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے معجزے کا انتظار کرنا چاہیے۔ وہ لوگوں کو ہاشم کی کوششوں سے ڈراتا اور کہتا کہ اگر انسان نے اپنی عقل اور تدبیر سے اس معاملے میں دخل دیا تو غیب کا قبر نازل ہوگا۔ لوگ زمان کی باتوں سے خوفزدہ تھے اور اسی خوف نے انہیں مکمل طور پر مفلوج کر دیا تھا۔

ہاشم نے اس رات تنہا کنویں کے اندر اترنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اگلی صبح تک پانی کا انتظام نہ ہوا تو گاؤں کے آخری دس خاندان بھی بستی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اُس نے لوہے کی مضبوط ری کو ایک پرانے درخت سے باندھا اور نیچے اترنا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ نیچے جا رہا تھا، ہوا تباہ ہوتی جا رہی تھی اور دیواروں کی نمی بڑھ رہی تھی۔ تقریباً سو فٹ کی گہرائی میں پہنچ کر اس کے پاؤں ایک سخت اور ہموار سطح پر ٹکے۔ اُس نے اپنی نارنج جلا کر دیکھا تو حیران رہ گیا؛ وہاں کوئی خشک مٹی نہیں تھی

غزوہ میں اسرائیلی محاصرے، طبی و آپریشنل سامان کی ترسیل پر پابندیوں اور ایندھن کی شدید قلت کے باعث صحت کا انتظام مکمل بندش کے قریب پہنچ چکا ہے۔ غزوہ کے 38 میں سے 26 ہسپتال جنگ کے آغاز سے براہ راست تباہی کے نتیجے میں خدمات سے باہر ہو چکے ہیں، جبکہ ادویات کی کمی تقریباً 50 فیصد اور طبی اشیاء کی قلت 58 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ 34 میں سے صرف 12 آکسیجن پلانٹس کام کر رہے ہیں، جبکہ ایندھن، اسپیکر پارٹس اور عملیاتی نقل و حرکت میں رکاوٹ کے باعث مزید طبی اداروں کے کام متاثر ہو رہے ہیں۔ اکتوبر 2023ء سے بجلی کی فراہمی منقطع ہونے کے باعث غزوہ میں ہسپتال جزیئر پر انحصار کر رہے ہیں، جن کے لیے ایندھن اور ضروری پرزہ جات کی شدید قلت ہے۔ خان یونس گورنری میں قائم کوریٹ اسپیشلائزڈ فیلڈ ہسپتال نے ایندھن کی فراہمی رکھنے کے بعد 20 ستمبر سے اپنی طبی خدمات انتہائی محدود کر دی ہیں۔ ہسپتال کے مطابق اسے روزانہ تقریباً ایک ہزار لیٹر ایندھن درکار ہوتا ہے اور ایندھن کی قلت کے باعث جراحی، معمول کی دیکھی، آڈٹ پیشیت کھینکس، تشخیصی خدمات، ایسویٹس اور مریضوں کی منتقلی سمیت متعدد سہولتیں بند ہو چکی ہیں اور ہسپتال اب صرف انتہائی ہنگامی اور زندگی بچانے والے کیسز کو ہی دیکھ رہا ہے۔ ہسپتال انتظامیہ کے مطابق اس کے گرد و نواح میں تقریباً سات لاکھ بے گھر افراد موجود ہیں اور روزانہ تین ہزار سے زائد مریض اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

• تاجس سے تعلق رکھنے والی 35 سالہ فلسطینی قیدی دانا جود نے اسرائیلی جیل دیون میں انتہائی نامناسب حالات میں ایک بچی کو جنم دیا۔ فلسطینی قیدیوں کے کمیشن کے مطابق ماں اور بچی دونوں کو ہسپتال منتقل کیا گیا ہے اور ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد ان کی رہائی کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ دوسری جانب فلسطینی اسیران کے اداروں نے صحافی بشری الطویل کی مسلسل تباہی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انیس تقریباً ایک ماہ سے مختلف حراستی مراکز کے تباہی خانوں میں رکھا گیا ہے اور خاندان کو ان کی صحت اور مقام کے بارے میں معلومات کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اس وقت اسرائیلی جیلوں میں 37 فلسطینی صحافی زیر حراست ہیں، جن میں سے 19 کو کسی الزام یا مقدمے کے بغیر انتظامی حراست میں رکھا گیا ہے۔

• فلسطینی کم میں مقیم فلسطینیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ قومی کونسل کی تشکیل آزاد، جمہوری اور شفاف انتخابات کے ذریعے کی جائے تاکہ دنیا کے مختلف خطوں میں مقیم فلسطینی براہ راست اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔

• کتاب القسام نے اعلان کیا ہے کہ رفح بریگیڈ کے کمانڈر نائل عطیہ محمد ابو عبید، المعروف ابو عطیہ، 15 ستمبر کو خان یونس کے علاقے الموائسی میں اسرائیلی فضائی حملے میں شہید ہو گئے۔ وہ 1993ء میں کتاب القسام سے وابستہ ہوئے اور طویل عرصے تک مختلف عسکری ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

• جنوبی لبنان کے الرشید یہ یکم میں جلیل ڈبلیو ایسوی انیشن نے صبرا و شاتیلا قتل عام کی 44 ویں برسی کے موقع پر تقریب منعقد کی جس کا مقصد فلسطینی تاریخی یادداشت کو نئی نسل تک منتقل کرنا اور نوجوانوں میں رضا کارانہ و سماجی کاموں کو فروغ دینا تھا۔

• ایران: نئی امریکی پابندیاں اور معاشی بحران: ایرانی پاسداران انقلاب کے ترجمان جنرل حسین مجبی نے خبردار کیا ہے کہ امریکہ نے دوبارہ حملہ کیا تو ایران اپنی جنگی حکمت عملی تبدیل کرتے ہوئے نئے ہتھیار استعمال کرے گا اور ایسے اہداف کو نشانہ بنائے گا جو گزشتہ حملوں میں محفوظ رہے تھے۔ ادھر امریکہ نے ایرانی صدر مسعود پزشکیان کے ساتھ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں جانے والی میڈیا ٹیم کو ویزے دینے سے انکار کر دیا، تاہم ایرانی صدر، وزیر خارجہ عباس عراقچی اور ضروری عملے پر مشتمل بنیادی وفد کو نیویارک آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جنگ اور امریکی پابندیوں کے باعث ایران میں تقریباً 800 ادویات کی قلت سنگین ہو گئی ہے جبکہ 40 سے زائد دوا ساز کمپنیاں، سپلائرز اور تقسیم کار ادارے حالیہ حملوں میں متاثر ہوئے ہیں۔ ایران نے سویڈن کی جانب سے ایک ایرانی سفارت خانے کے ابکار کو ملک بدر کیے جانے کے جواب میں سویڈن کے ایک سفارت کار کو 48 گھنٹوں میں ملک چھوڑنے کا حکم دیا اور سویڈن کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔

• امریکہ: ایرانی وفد سے ملاقات: امریکی اہکار کے مطابق صدر ٹرمپ کے خصوصی مندوب اسٹیو ڈکوف اور داماد جیرے ڈکشر نے ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی سے ملاقات کی۔ صدر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ملاقات اچھی رہی، یہ ایرانیوں کے مفاد میں ہے کہ ذیل کر لیں، مستقبل قریب میں ایک اور ملاقات بھی طے کی گئی ہے۔ امریکا نے سعودی عرب کو 48 ایف 35 جنگی طیاروں کی مکہ فروخت کی منظوری دے دی ہے۔ ادھر وفاقی عدالت نے اگست 2021ء کے کابلی ایئر پورٹ بم دھماکے کے مقدمے میں افغان شہری محمد شریف اللہ کو "دہشت گرد تنظیم" کی معاونت کے جرم میں 20 سال قید کی سزا سنائی۔ واضح رہے کہ دھماکے میں 13 امریکی فوجیوں سمیت 150 سے زائد افغان شہری جاں بحق ہوئے تھے۔

• افغانستان: پاکستان سے بہتر تعلقات کے خواہاں ہیں: افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا ہے کہ افغانستان پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات چاہتا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان مسائل کے حل کے لیے بات چیت اور تعاون جاری رکھنا چاہتا ہے۔

• مقبوضہ بیت المقدس: یوم کپور پر دیوار گریہ پر احتجاج: یہودیوں کے مقدس دن یوم کپور پر مقبوضہ بیت المقدس میں دیوار گریہ پر ہزاروں یہودی جمع ہوئے جبکہ متحدہ صہیونی مسجد اقصیٰ کے احاطے میں بھی داخل ہوئے۔ یوم کپور کے موقع پر مقبوضہ فلسطین میں معمولات زندگی تقریباً معطل رہے۔

• بھارت: ریاستی حیثیت کی بحالی کے موضوع پر مقبوضہ کشمیر اسمبلی میں ہنگامہ: مقبوضہ جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی میں ریاستی حیثیت کی بحالی کے معاملے پر عکران نیشنل کانفرنس اور اپوزیشن بھارتیہ جنتا پارٹی کے ارکان کے درمیان شدید ہنگامہ آرائی اور نعرے بازی کے باعث اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ دوسری جانب جموں و کشمیر انتظامیہ نے اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں اعتراف کیا ہے کہ 38 سرکاری محکموں میں 38872 آسامیاں خالی ہیں۔ سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں بے روزگاری کی شرح 38 فیصد سے تجاوز کر چکی ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی گہرائی تک اثر

شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت



میرا با اعتماد انتخاب

شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، دانگوں کا صفایا
مہکتی خوشبو



JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
☎ 0304 706 1265
jri.com.pk

MULTICAL-1000

Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)



MULTICAL-1000 CONTAINS

XTRA CALCIUM

Takes you away from
Malaise & Fatigue



Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low
calories sweetener



NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hazrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-752

Health
the Devotion